تدوین قرآن

تاریخ کے آئینہ میں

تالیف
ڈاکٹر محمد ضیاء الدین

بسم الله الرحمن الرحيم

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تدوین قرآن

(تاریخ کے آئینہ میں)

مصنف

ڈاکٹر محمد ضیاء الدین مظاہری

بن حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری دامت برکاتہم

ناشر

مکتبہ الاشرف

دار العلوم مرکز اسلامی ۴/۱ اے ۵۴۸ راجہ پور الہ آباد

تفصیلات

نام کتاب	:	تدوین قرآن تاریخ کے آئینہ میں
مؤلف	:	سید محمد ضیاء الدین مظاہری الہ آبادی 548-A/4 راجہ پور (اونچوا) الہ آباد، یوپی، انڈیا
کمپیوٹر کمپوزنگ	:	سید محمد عماد الدین مظاہری سید محمد راشد سید محمد زید سید محمد اشرف الاشرف کمپیوٹر ایجوکیشن سینٹر۔ راجہ پور الہ آباد
صفحات	:	۱۲۸
سن اشاعت	:	اشاعت دوم ۲۰۱۶ء
تعداد	:	۱۰۰۰
قیمت	:	70.00
ناشر	:	مکتبہ الاشرف ۴/اے ۵۴۸ راجہ پور (اونچوا) الہ آباد
ڈسٹری بیوٹر	:	الہدیٰ پبلیکیشنز، دریا گنج، نئی دہلی

ISBN 93 - 84036 -19 - 5

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

صفحہ	مضامین	نمبر شمار
۱۴	پہلا باب قرآن مجید کے نزول کی تاریخ	۱
۱۴	قرآن کریم کی لغوی اور اصطلاحی تعریف	۲
۱۴	قرآن کریم کے نام	۳
۱۵	قرآن کریم کا نزول	۴
۱۸	قرآن کریم کے تدریجاً نازل ہونے میں حکمت	۵
۲۱	اسباب نزول	۶
۲۵	قرآن کریم کی سب سے پہلے نازل ہونے والی آیتیں	۷
۲۹	قرآن کریم کی آخری آیت	۸
۳۳	ترتیب نزول قرآن کے فوائد	۹
۳۶	دوسرا باب قرآن کریم کی تقسیم	۱۰
۳۶	پہلی فصل	۱۱
۳۶	قرآن کریم کی تقسیم مکی اور مدنی ہونے کے اعتبار سے	۱۲
۴۰	قرآن شریف کی سورتوں کا مکی و مدنی ہونا	۱۳
۴۱	مکی و مدنی کی علامتیں	۱۴
۴۵	دوسری فصل قرآن کریم کی سورتوں کی تقسیم اور انکے متعلقات	۱۵
۴۶	سورۃ کے معنی۔ سورتوں کی ترتیب	۱۶
۵۱	قرآن مجید کی سورتوں میں تقسیم کرنے کی حکمت	۱۷
۵۳	سورتوں کے نام توقیفی ہیں	۱۸

۱۹	ان سورتوں کی تفصیلات جن کے ایک سے زائد نام ہیں	۵۷
۲۰	قرآن کریم کی تقسیم باعتبار سوَر	۷۶
۲۱	قرآن کریم کی تقسیم باعتبار آیات ۔	۷۸
۲۲	آیت کے معنی	۷۹
۲۳	علم آیات کے فوائد۔ آیت کی شناخت کے طریقے	۸۱
۲۴	آیات قرآن کی ترتیب کا حکم	۸۲
۲۵	تیسری فصل کتابت قرآن	۹۱
۲۶	اول: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کتابت قرآن اور اس کی جزوی بحثیں	۹۳
۲۷	ثانی: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وحی کی کتابت	۹۷
۲۸	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانہ میں جمع قرآن اور اس کی تدوین اور اس پر مشتمل بحثیں	۱۰۰
۲۹	حضرت زید رضی اللہ تعالی عنہ کے مرتب کردہ اس نسخہ کی خصوصیات	۱۰۴
۳۰	حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ کے عہد میں جمع قرآن اور اس پر مشتمل ابحاث	۱۰۶
۳۱	علم قراءت کی بنیاد	۱۱۰
۳۲	سبعۃ اُحرف (سات حروف)	۱۱۴
۳۳	مصحف عثمانی سات حروف پر مشتمل ہے یا نہیں؟	۱۱۸
۳۴	خلاصۂ کلام	۱۲۲
۳۵	نقطے	۱۲۴
۳۶	حرکات۔ احزاب یا منزلیں۔ پارے	۱۲۵
۳۷	رکوع	۱۲۶
۳۸	ماخذ	۱۲۸

کلمات تبریک

حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری دامت برکاتہم

بانی وناظم مرکز اسلامی الہ آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن مجید وہ کتاب آسمانی وربانی ہے جس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالی نے لیا ہے پھر اس ذاتِ حکیم اور قادر مطلق نے روز اول ہی سے اس کی حفاظت کے ایسے عجیب وغریب کرشمے دکھلائے کہ جو اپنوں کے ایمان وایقان میں روز بروز ترقی کا باعث ہوئے تو دوسری طرف غیروں کی تمام تر ناپاک سازشوں اور کوششوں کے تار و پود بکھیر کر رکھدئے۔ ایک جگہ ارشاد ہوا ''انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون'' تو دوسری طرف خود حامل وحی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اطمینان خاطر کے لئے فرمایا گیا ''ان علینا جمعه و قرآنه، فاذا قرأناه فاتبع قرآنه ان علینا بیانه'' پھر اس وعدۂ الٰہی کے مطابق اس غیر فانی کتاب عظیم کے ایک ایک لفظ ایک ایک معنی، ایک ایک حرف اور ایک ایک شوشہ بلکہ اس کے نطق وتلفظ کی ایک ایک ادا کی حفاظت کے لئے اس جہان فانی میں وہ اسباب وسامان فراہم کردئے گئے جنھوں نے مستقل علوم وفنون کی شکل اختیار کرلی جن میں سے ہر ایک علم وفن کے ایسے ایسے ماہرین پیدا ہوئے کہ جن کی خدمات کا اعتراف اپنوں نے تو کیا ہی غیروں اور منکرین کو بھی کرنا پڑا۔

انہی قرآنی علوم وموضوعات میں سے ''تدوین قرآن'' کا بھی ایک موضوع ہے جو اب ایک مستقل علم کی حیثیت حاصل کرچکا ہے، اور جس نے سارے عالم کو تاریخی حیثیت سے یہ چیلینج کیا ہے کہ، ہے کسی کے پاس ایسی کتاب جو اپنی ہادیانہ، مربیانہ، مصلحانہ، علمی اور ادبی مقام ومرتبہ کے علاوہ تاریخی وتدوینی ہی اعتبار سے اس کتاب کے

رشد وہدایت کی گرد کو بھی پا سکے؟

برخوردار عزیز مولوی حافظ قاری سید محمد ضیاء الدین سلمہ اللّٰہ تعالیٰ وحفظ وصانہ من جمیع الشرور و الفتن ورزقہ احسن ما یرزقہ عبادہ الصالحین و جمیع اخوانہ و اخواتہ نے حفاظت قرآن کریم کے اسی موضوع پر ایک نہایت مفید اور ضروری خدمت انجام دی ہے۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ ان کی خدمت کو قبول ومقبول فرمائیں اور اس کی قبولیت و نافعیت کو عام وتام فرمائیں اور ہر طرح کی عافیت وخوشحالی کے ساتھ مزید علمی و دینی خدمات کی ان کو توفیق ارزانی فرمائیں۔ آمین یارب العالمین۔

(حضرت مولانا) احقر سید محمد غیاث الدین غفرلہ (صاحب دامت برکاتہم)

دار العلوم مرکز اسلامی

الہ آباد

۲۴ربیع الاول ۱۴۲۹ھ

مقدمہ

جناب مولانا ڈاکٹر پروفیسر شبیر احمد صاحب ندوی مدظلہ

صدر شعبۂ عربی لکھنؤ یونیورسٹی۔ لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن علوم و معارف کا ایک بحر ناپید کنار ہے، جس میں عالم انسانیت کے لئے حکمت و موعظت سے معمور ابدی آیات و احکام موجود ہیں لیکن تدبر و تفقہ اور تقوی وطہارت کے بغیر اس کے حدود و ثغور کا عرفان ناممکن ہے، قرآن ایک آسمانی اور الہامی کتاب ہے، فصاحت و بلاغت سے بھرپور اس کا انداز بیان اور اس کی بیش بہا تعلیمات خود اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ یہ خالق کائنات کا کلام ہے، اسکے احکام فطرت انسانی کے تقاضوں کے عین مطابق رشد و ہدایت کا معتبر سامان ہیں، یہ اعلیٰ وارفع احکام وقوانین کا خزینہ اور رحمت و بشارت کا گنجینہ ہے، یہ کلام ربانی تمام تر شکوک و شبہات سے بالاتر پیچیدگیوں اور الجھنوں سے پاک ہے۔ یہ شعر ہے نہ جادو، کہانت ہے نہ جنون، بلکہ حکمت و موعظت کی مقدس کتاب اور اہل عقل کے لئے سامان عبرت و بصیرت ہے۔

قرآن فہمی کے دروازے صرف انہیں نفوس قدسیہ پر کھلتے ہیں جو غیر مشروط طور پر اپنی جبینِ نیاز قرآن عظیم کے آستانہ تسلیم و رضا پر خم کر دیتے ہیں، نیک نیتی، سلامت روی اور پاک طینتی سے قرآن کا مطالعہ انسان کو متقیوں کا امام بنا دیتا ہے، جبکہ بدنیتی اور بد باطنی سے ورق گردانی کرنے والوں کو یہ ضلالت اور گمراہی کے عمیق غار میں ڈھکیل دیتا ہے، نور اور ہدایت کا یہ سرچشمہ روئے زمین پر اس وقت تک باقی رہے گا جب تک حق کے طلبگار باقی رہیں گے، اسکے بعد دنیائے فانی سے یہ اٹھالیا جائے گا۔

یوں تو قرآن کی تفہیم و تذکیر کے مسائل بہت ہیں جیسے وحی اور الہام اور اس کے متعدد اقسام، شان نزول کی اہمیت، قراءت و اعراب کی نزاکت، ناسخ و منسوخ کا معاملہ، قرآن کی تدوین اور ترتیب کی قطعیت وغیرہ وغیرہ لیکن ان سب میں اہم قرآن کی تدوین اور اس کی حفاظت کا معاملہ ہے، اسکی ضرورت اور اہمیت بوجوہ ہمیشہ باقی رہی ہے اور رہے گی کیونکہ اندرون اور بیرون اسلام سے شبہات اور رخنے اسی دروازے سے داخل ہوتے رہے ہیں، متشککین اور مستشرقین یوروپ کے ساتھ دانایان مشرق نے بھی اسی راستے سے فتنے پھیلائے ہیں اور تا حال پھیلاتے رہتے ہیں۔

اسی لئے کائنات کے خالق و مالک نے ایسے تمام انتظامات ابتداء ہی میں کردئے تھے جس سے کلام الٰہی کی صحت کے بارے میں انسان کو پوری تشفی اور پورا یقین حاصل رہا، چنانچہ آغاز کلام میں فرمایا کہ ''ذلک الکتاب لا ریب فیه'' اس کتاب میں کوئی بھی اور کسی بھی قسم کا شک و شبہ نہیں ہے اور پھر آگے چل کر پوری قوت اور وثوق کے ساتھ اعلان کیا کہ'' انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون '' قرآن کو میں نے نازل کیا ہے اور میں ہی اس کی حفاظت کروں گا، دوسری آسمانی کتابوں سے بہت سے صحیفے ضائع ہوگئے، جو موجود ہیں ان میں ترمیم اور تحریف کردی گئی، اور احکامات ربانی میں بڑی بڑی تبدیلیاں کرلی گئیں لیکن اس کے بالمقابل قرآن کے بارے میں اللہ رب العزت نے فرمایا'' لا یأتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید ''معلوم ہوا کہ تحفظ قرآن کی ذمہ داری باری تعالیٰ نے خود لے رکھی ہے یہی وجہ ہے کہ ابتداءِ اسلام سے لے کر آج تک ان گنت و بے شمار اللہ کے بندے ہمیشہ روئے زمین پر موجود رہے ہیں جن کے سینوں میں قرآن کی شمع فروزاں رہتی ہے، چلتے پھرتے قرآن کی شکل میں جابجا نظر آنے والے یہ حفاظ کرام ہر سال رمضان المبارک کے مہینہ میں اس بابرکت کلام ربانی کی تلاوت اجتماعی طور پر تراویح کی نمازوں میں کرتے ہیں اور انفرادی طور پر بھی ہمہ وقت ان کی زبانوں پر قرآن کی زمزمہ سنجی سنائی دیتی ہے گویا اپنے اس عمل سے

یہ حفاظ کرام قرآن کے مستند اور محفوظ ہونے کا کھلم کھلا اعلان کرتے رہتے ہیں۔

یقیناً مسلمان دنیا کی وہ واحد قوم ہے جو اپنے خالق اور رب کے کلام کو اپنا دین وایمان تسلیم کرتی ہے اور اسے اپنی زندگی کا لائحہ عمل بنائے ہوئے ہے، اور نہایت حیرت انگیز طریقہ پر انتہائی تندہی وجانسپاری اور عقیدت واحترام کے ساتھ اس پر اعلانیہ عمل بھی کرتی ہے، اور اس کے احکام وقوانین میں ذرہ برابر ردوبدل کو ناقابل برداشت سمجھتی ہے چنانچہ اس میدان میں اس کا مقابلہ دنیا کی کوئی دوسری قوم نہیں کرسکتی۔

تاریخ بتاتی ہے کہ قرآن عظیم تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب اسے اپنے سینوں میں محفوظ کرتے رہے اور سال میں ایک مرتبہ ہادئی اعظم بھی قرآن کا دور جبرئیل امین کے سامنے ضرور فرماتے اس طرح یقینی طور پر صحت اور سلامتی کے ساتھ محفوظ اور مستند ہو کر عہد بعہد منتقل ہوتا ہوا آج کی نسلوں تک پہنچا، یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ عرب حیرت انگیز قوت حافظہ کے مالک تھے، سبعہ معلقات کے طویل قصائد کے علاوہ ہزاروں بلکہ لاکھوں اشعار کا زبانی یاد ہونا، انسانوں سے لے کر جانوروں تک کے باپ ماں اور آباء واجداد کے انساب کا ازبر ہونا اس بات کا بین ثبوت ہے، تو کلام الٰہی کا یاد کر لینا اور اپنے سینوں میں اسے محفوظ کر لینا ان کے لئے عین سعادت کی بات تھی، اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ ابتدائے اسلام ہی میں خلفائے اربعہ اور عشرہ مبشرہ کے علاوہ سینکڑوں صحابہ کرام حافظ قرآن کی حیثیت سے جانے جاتے تھے، روایات صحیحہ کے مطابق غزوہ بئر معونہ میں ستر حفاظ شہید ہوئے تھے، اسی طرح جنگ یمامہ میں ستر حفاظ کرام یا ایک دوسری روایت کے مطابق سات سو قراء صحابہ شہید ہوئے تھے، مذکورہ حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن تواتر اور تسلسل کے ساتھ نازل ہوا، اسی تواتر وتسلسل کے ساتھ محفوظ ہوا، اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے، لاریب فیہ۔

پیش نظر تصنیف ''تدوین قرآن تاریخ کے آئینہ میں'' ایک معتبر اور دل

پذیر تحریر ہے، اور عصر حاضر میں اس موضوع پر شائع ہونے والے متعدد رسائل میں یہ ایک منفرد اور ممتاز رسالہ ہے، اس میں اس دور کے انسانوں کے لئے علمی معلومات بھی ہیں اور روحانی بالیدگی کا سامان بھی ہے۔

برادر عزیز ومکرم مولانا سید محمد ضیاء الدین مظاہری ایم، اے۔ اس رسالہ کے مصنف ہیں، یہ خود بھی ایک محقق عالم اور بیدار مغز نوجوان ہیں، اور ایک مائیہ ناز عالم دین بلند پایہ مصنف اور ایک مخلص و بے ریا مصلح و مربی جناب مولانا سید محمد غیاث الدین مظاہری کے فرزند ارجمند ہیں۔ حضرت مولانا کی تربیت اور ان کی مسیحا نفسی نے مصنف موصوف کو ''چیزے دیگری'' بنا دیا ہے، چونکہ انھوں نے مشرقی ومغربی دونوں ہی اداروں میں بادہ پیمائی کی ہے اور دونوں ہی فضاؤں میں باقاعدہ پرواز کی ہے اس لئے وہ عصر حاضر کے تقاضوں سے بخوبی واقف ہیں اور ان تقاضوں کو پورا کرنے کا سلیقہ بھی رکھتے ہیں، چنانچہ ایک مختصر سی تصنیف میں انھوں نے متعدد بکھرے ہوئے مسائل کو یکجا کر دیا ہے، اور نہایت شگفتہ، سلیس اور پسندیدہ اسلوب میں ایک معیاری تصنیف فراہم کر دی ہے، مجھے امید ہے کہ یہ رسالۂ نافعہ قرآن کریم کو کما حقہ سمجھنے میں بھر پور معاون اور اس کے متنوع علوم و معارف کے فروغ واشاعت کے سلسلہ کی ایک اہم کڑی ثابت ہوگا۔ ساتھ ہی یہ عمل جلیل انشاء اللہ برادر موصوف کے میزان عمل میں گراں قدر اضافہ کرے گا اور بے شمار بندگان خدا کو اس سے فائدہ پہنچے گا۔ واللہ الموفق والمعین۔

پروفیسر شبیر احمد ندوی

(جناب مولانا ڈاکٹر) پروفیسر شبیر احمد (صاحب) ندوی
صدر شعبۂ عربی
لکھنؤ یونیورسٹی۔ لکھنؤ

۱۵؍ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لفظے چند

الحمد للہ رب العلمین و الصلوۃ و السلام علی سید المرسلین و علی آلہ و اصحابہ و عترتہ اجمعین امابعد۔

قرآن کریم پورے عالم انسانیت کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ احسانِ عظیم، تحفہ اور انعام ہے جس کا کوئی شئ اور بدل نہیں ہوسکتا اور نہ ہی کوئی بڑی سی بڑی دولت اس کی برابری کرسکتی ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب، رسولوں اور نبیوں کے امام وسردار، ختمی مرتبت رسالت مآب عالیجناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر انسانوں کی ہدایت کے لئے روشن چراغ بنا کر نازل فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ''ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی أقوم و یبشر المؤمنین الذین یعملون الصالحات أن لھم اجراً کبیرا '' (بلاشبہ یہ قرآن ایسے طریقہ کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے اور ان ایمان والوں کو جو نیک کام کرتے ہیں یہ خوشخبری دیتا ہے کہ ان کو بڑا بھاری ثواب ملے گا) اور ارشاد فرماتے ہیں ''لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم آیاتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتاب والحکمۃ '' (اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر جو بھیجا رسول ان میں انہیں میں سے، پڑھتا ہے آیتیں اس کی اور پاک کرتا ہے ان کو اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب اور حکمت)۔

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب ہے جس نے بنی نوع انسان کو گمراہی اور ضلالت کی تپتی ہوئی بھٹی سے نکالکر ہدایت کے روشن جھروکوں سے گذار کر جنت الخلد کا مکین بنایا۔ قرآن اللہ کی وہ کتاب ہے جو مرجع خلائق ہے، جس میں شفائے جسمانی و روحانی مضمر اور پوشیدہ ہے، جس کی تلاوت کرنا، جس کا دیکھنا، جس کا سننا، سنانا، پڑھنا پڑھانا، جس کی تعلیم دینا اور جس پر عمل کرنا دنیا اور آخرت کے لئے ذریعہ نجات اور عظیم

سعادت ہے۔ رسولنا ونبینا وشفیعنا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''مثل المؤمن الذی یقرء القرآن مثل الاترجة ریحها طیب و طعمها طیب و مثل المومن الذی لا یقرء القرآن مثل التمرة لا ریح لها و طعمها حلو و مثل المنافق الذی لا یقرء القرآن کمثل الحنظلة لیس لها ریح و طعمها مر و مثل المنافق الذی یقرء القرآن مثل الریحانة ریحها طیب و طعمها مرّ '' (اس مومن کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے ترنج کی طرح ہے جس کی خوشبو بھی اچھی ہے اور جس کا مزہ بھی عمدہ ہے اور اس مومن کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا ہے کھجور کی طرح ہے جس میں خوشبو نہیں ہے اور مزہ اس کا شیریں ہے، اور اس منافق کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا ہے اندرائن کے پھل کی طرح ہے جس میں خوشبو تو ہے لیکن اس کا مزہ تلخ ہے، اور اس منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے اس خوشبودار پھول کے مانند ہے جس کی خوشبو اچھی ہے اور اس کا مزہ کڑوا ہے)

ایک جگہ ارشاد ہے ''اقرء و ا القرآن فانہ یاتی یو م القیامة شفیعاً لاصحابه '' (قرآن پڑھا کرو پس بیشک یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کے لئے سفارشی بن کر آئے گا) حضرت امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''ان الله یرفع بهذا الکتاب اقواماً و یضع به آخرین '' (بیشک اللہ تعالی اس کتاب کے ذریعہ کچھ قوموں کو رفعت وبلندی عطا فرمائیں گے اور کچھ کو پستی میں ڈالیں گے)

قرآن کریم کی تعلیم وتبلیغ اور اس کی نشر واشاعت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فضائل بیان فرمائے ہیں ان سے احادیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں چنانچہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم اور اس کے علوم سیکھنے اور سکھانے۔ نیز اس کی نشر و اشاعت میں اپنی ساری زندگیاں کھپادیں جن کے مطالعہ سے عقل حیران و ششدر رہ جاتی ہے۔

علوم القرآن ایک بہت ہی وسیع الجہات علم ہے جس کے اندر یہ معلوم ہوتا ہے

کہ قرآن کریم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کس طرح نازل ہوا؟ وحی کسکو کہتے ہیں؟ قرآن کس ترتیب سے نازل ہوا؟ شان نزول کس کو کہتے ہیں؟ مکی و مدنی کا کیا مطلب ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ پیش نظر کتاب میں ایسی ہی چیزوں سے بحث کی گئی ہے، امید ہے کہ یہ ہمارے لئے ذخیرۂ آخرت بن جائے اور اللہ تعالیٰ اس کو ہمارے لئے ذریعہ نجات بنا دیں۔

اس موقع پر سب سے پہلے اپنے والد محترم حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری مد ظلہم العالی جو کہ صرف والد ہی نہیں بلکہ ایک ہمہ جہت استاذ، مربی اور شیخ کے تمام صفات و کمالات کے جامع ہیں، احقر کے لئے اس کرۂ ارض پر محبت کا ان سے بڑا کوئی مرکز نہیں ہے، ہم بڑے احترام سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ احقر انہیں کی جد وجہد، کوشش اور دعاؤں سے اس لائق ہو سکا۔ مکرمہ والدہ صاحبہ کا بھی شکر گذار ہوں کہ جن کے دامن عفو میں رہ کر پروان چڑھا۔ اپنے مشفق و مکرم استاذ جناب مولانا ڈاکٹر پروفیسر شبیر احمد صاحب حفظہ اللہ کا تہہ دل سے شکر گذار ہوں جنھوں نے اس موقعہ پر اپنے کلمات طیبات سے ہماری حوصلہ افزائی کی، اور آخر میں اپنے تمام بھائی بہنوں کا بھی احسان مند ہوں جن کی بے پناہ محبتیں ہمیشہ ہمارے ساتھ ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم تمام بھائی بہنوں کو جملہ شرور و فتن سے محفوظ رکھیں اور علمی و عملی ترقیات نیز دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے نوازتے رہیں۔ آمین یا رب العالمین

سید محمد ضیاء الدین مظاہری
۴/اے ۵۴۸ راجہ پور۔ الہ آباد

۲۸/ربیع الاول ۱۴۲۹ھ
مطابق ۶/اپریل ۲۰۰۸ء بروز اتوار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا باب

قرآن مجید کے نزول کی تاریخ

ہم اس بحث کو چند عنوانات کے تحت ذکر کرتے ہیں تا کہ فہم مطالب میں سہولت ہو۔

قرآن کریم کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

''قرآن'' مصدر ہے، قرأ ، قراۃً و قرآناً: پڑھنا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''ان علینا جمعه و قرآنه ،فاذا قرأناه فاتبع قرآنه '' (ہمارے ذمہ ہے — آپ کے قلب میں — اس کا جمع کر دینا اور پڑھنا پس جب ہم اس کو پڑھنے لگا کریں تو آپ ہمارے پڑھنے کی پیروی کریں)

قرآن کریم وہ کلام الٰہی ہے جو بذریعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر تھوڑا تھوڑا کر کے حسب ضرورت تیئیس سال کی مدت میں نازل ہوا اور جو ہم تک تواتر کے ساتھ مسلسل نقل ہوتا چلا آرہا ہے اور جو مصاحف میں لکھا ہوا ہے اور اس کی تلاوت کرنا عبادت ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ قرآن کریم کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں ''ما نقل الینا بین دفتی المصحف علی الاحرف السبعة المشهورة نقلا متواترا '' (وہ کلام جو مصحف کی دو دفتیوں میں مشہور سات حروف کے مطابق متواتر طریقہ پر ہم تک پہنچا ہے)

قرآن کریم کے نام

اللہ تعالیٰ نے ''قرآن کریم'' کو یہ خصوصیت عطا فرمائی ہے کہ اس مقدس کتاب کے ایک سے زائد متعدد نام ہیں جب کہ دوسری آسمانی کتابوں کے صرف ایک

ہی نام ہیں، ظاہر ہے کہ اس سے قرآن مجید کی رفعت شان اور علو مقام کا پتہ چلتا ہے۔

بعض علماء نے قرآن کریم کے نوے سے زائد نام ذکر کیے ہیں، لیکن ہم یہاں پر صرف انہیں ناموں کو ذکر کریں گے جس پر قرآن کے الفاظ صراحۃً دلالت کرتے ہیں، وہ اسمائے مبارکہ یہ ہیں:

۱ القرآن : اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "شهر رمضان الذى انزل فيه القرآن" (وہ ماہ رمضان ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے) (سورۂ بقرہ:۱۸۵)

۲ الفرقان : اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "تبارك الذى نزل الفرقان على عبده ليكون للعلمين نذيراً" (بڑی بابرکت ہے اس کی ذات جس نے اتاری فیصلہ کی کتاب اپنے بندہ پر تا کہ رہے جہاں والوں کے لئے ڈرانے والا (سورۂ فرقان:۱)

۳ الکتاب : اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ذلك الكتاب لا ريب فيه هدى للمتقين" (اس کتاب میں کچھ شک نہیں، راہ بتلاتی ہے ڈرنے والوں کو) (سورۂ بقرہ:۲)

۴ الذکر : اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون" (ہم نے اتاری ہے یہ نصیحت یعنی قرآن اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں) (سورۂ الحجر:۹)

۵ الوحی : اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "قل انما انذركم بالوحى" (تو کہہ میں جو تم کو ڈراتا ہوں سو حکم کے موافق) (سورۂ انبیاء:۴۵)

۶ الروح : اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "وكذالك أوحينا اليك روحاً من امرنا" (اور اسی طرح بھیجا ہم نے تیری طرف ایک فرشتہ اپنے حکم سے) (سورۂ شوریٰ:۵۲)

قرآن کریم کا نزول

قرآن کریم کا نزول دو مرتبہ ہوا، ایک مرتبہ پورے کا پورا قرآن آسمان دنیا کے

بیت العزۃ میں نازل ہوا۔ بیت العزۃ جس کو بیت المعمور بھی کہتے ہیں، کعبۃ اللہ کے محاذات میں یعنی ٹھیک سامنے آسمان پر فرشتوں کی عبادت گاہ ہے، جس طرح یہاں کعبہ دنیاوالوں کیلئے عبادت کا مرجع ہے اسی طرح وہ آسمان پر فرشتوں کے لئے مرجع ہے۔

یہ نزول رمضان المبارک میں لیلۃ القدر میں ہوا تھا قرآن کریم ازل سے لوح محفوظ میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ'' (بلکہ یہ قرآن ہے بڑی شان کا، لکھا ہوا لوح محفوظ میں) (سورۂ بروج:۲۲)

کس کیفیت کے ساتھ لوح محفوظ میں تھا؟ اسکو سوائے اللہ تعالی کے کوئی نہیں جانتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:

''خلق اللّٰہ اللوح المحفوظ کمسیرۃ مائۃ عام، ثم قال اللہ تعالیٰ للقلم قبل ان یخلق الخلق، اکتب علمی فی خلقی، فجری ماھو کائن الی یوم القیامۃ'' (اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ کو سو سال کی مسافت کے مثل (طویل وعریض) پیدا فرمایا پھر مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے قلم کو حکم دیا کہ میرے مخلوق کے متعلق میرے علم کو لکھدو تو اس نے قیامت تک پیش آنے والے واقعات کو لکھدیا)

قرآن کریم کا یہ نزول رمضان المبارک کے مہینہ میں شب قدر میں ہوا تھا۔ شب قدر کو اللہ تعالی نے ''لیلۃ مبارکۃ'' بھی فرمایا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے ''شھر رمضان الذی انزل فیہ القراٰن ھدی للناس و بینات من الھدی و الفرقان'' (ماہ رمضان ہے جس میں قرآن مجید بھیجا گیا جس کا وصف یہ ہے کہ لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور واضح الدلالت ہے اور حق وباطل میں فیصلہ کرنے والا ہے)۔

اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے ''انا انزلنا ہ فی لیلۃ القدر'' (بیشک ہم نے اسکو شب قدر میں نازل کیا)

اور فرمایا ''انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ'' ہم نے اسکو بابرکت رات میں نازل کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:۔

''أنزل القرآن فی لیلة القدر جملة واحدة الیٰ سماء الدنیا و کان بمواقع النجوم ، و کان الله ینزله علی رسوله صلی الله علیه وسلم بعضه فی اثر بعض '' (قرآن شب قدر میں مجموعی طور پر ایک دفعہ میں آسمان دنیا کی طرف نازل کیا گیا............اور اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اسکو تھوڑا تھوڑا نازل فرماتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے ایک دوسری روایت میں منقول ہے:۔

''انزل القرآن فی لیلة واحدة الی السماء الدنیا لیلۃ القدر ثم انزل بعد ذٰلک بعشرین سنة ثم قرأ: و لا یاتونک بمثل الا جئناک بالحق و أحسن تفسیراً، و قر آنا فرقناه لتقرأه علی الناس علی مکث و نزلناه تنزیلاً '' (قرآن شب قدر کی ایک رات میں آسمان دنیا کی طرف نازل کیا گیا پھر اسکے بعد بیس سال (مراد تیئیس سال ہے عربوں کی عادت کے مطابق تین کے کسر کو حذف کر دیا) میں نازل کیا گیا اس کے بعد یہ آیتیں تلاوت فرمائیں)

طبرانی نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے:۔

''أنزل القرآن جملة واحد ة حتی وضع فی بیت العزة فی السماء الدنیا و نزله جبریل علی "محمد" صلی الله علیه وسلم بجواب کلام العباد و أعمالهم '' (قرآن مجموعی طور پر ایک دفعہ میں نازل کیا گیا یہاں تک کہ آسمان دنیا میں بیت العزۃ میں رکھا گیا اور جبرئیل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بندوں کی باتوں کے جواب اور ان کے اعمال کے اعتبار سے اس کو نازل کیا)

قرآن کریم کے نزول کی یہ دو صورتیں خود قرآن کریم کے انداز بیان سے بھی واضح ہیں اسکے علاوہ نسائی ، بیہقی اور حاکم وغیرہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے متعدد روایتیں نقل کی ہیں جن کا خلاصہ یہی ہے کہ قرآن کریم کا پہلا نزول پورا کا پورا اور یکبارگی آسمان دنیا پر ہوا اور دوسرا نزول بتدریج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

پر ہوا۔

شیخ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان کیا ہے کہ اس طرح دو مرتبہ نازل کرنے سے یہ بھی جتانا مقصود تھا کہ یہ کتاب ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کے علاوہ یہ دو جگہ اور بھی محفوظ ہے۔ ایک لوح محفوظ میں اور دوسرے بیت العزۃ میں۔

قرآن کریم کا دوسرا تدریجی نزول جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر ہوا وہ تیئیس برس کی مدت میں لوگوں پر آنے والے حوادث اور واقعات کے ساتھ مکمل ہوا۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:۔

''وقال الذین کفروا لو لا نزل علیہ القرآن جملة واحدة کذلک لنثبت بہ فؤادک و رتلناہ ترتیلا'' (اور کہنے لگے وہ لوگ جو منکر ہیں کیوں نہ اترا اس پر قرآن سارا ایک جگہ ہو کر، اسی طرح اتارا تا کہ ثابت رکھیں ہم اس سے تیرا دل اور پڑھ سنایا ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر) (سورۂ فرقان:۳۲)

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں'' وقرآناً فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث و نزلناہ تنزیلاً'' (اور پڑھنے کا وظیفہ کیا ہم نے قرآن کو جدا جدا کر کے کہ پڑھے تو اس کو لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر اور ہم نے اس کو اتارتے اتارتے اتارا) (سورۂ بنی اسرائیل:۱۰۶)

قرآن کریم کے تدریجاً نازل ہونے میں حکمت

اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں'' وقال الذین کفروا لو لا نزل علیہ القرآن جملة واحدة کذلک لنثبت بہ فؤادک'' (اور کہنے لگے وہ لوگ جو منکر ہیں کیوں نہ اترا اس پر قرآن سارا ایک جگہ ہو کر، اسی طرح اتارا تا کہ ثابت رکھیں ہم اس سے تیرا دل) سورۂ فرقان:۳۲)

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں'' وقرآناً فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث و نزلناہ تنزیلاً'' (اور پڑھنے کا وظیفہ کیا ہم نے قرآن کو جدا جدا کر کے کہ

پڑھے تو اس کو لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر اور ہم نے اس کو اتارتے اتارتے اتارا) (سورۂ بنی اسرائیل:۱۰۶)

ان دونوں آیتوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کے بتدریجاً نازل ہونے کی یہ حکمت معلوم ہوئی کہ جب وقفہ وقفہ سے بار بار وحی کا نزول ہوگا تو اس سے ربط اور تعلق میں تجدید اور تازگی حاصل ہوتی رہے گی جس سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو مسلسل تقویت اور قوت حاصل ہوتی رہے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے ''لنثبت به فؤادک'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کا بار بار وحی اور پیغام لے کر آنے سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک خوشی سے لبریز ہو جاتا۔

ایک حکمت یہ بھی ہے کہ قرآن کریم کے یاد کرنے، سمجھنے اور اس کے احکام و علوم میں تدبر و تفکر نیز اس پر عمل پیرا ہونے میں آسانی اور سہولت ہوگی۔

دوسری حکمت قرآن حکیم کے بتدریج نازل ہونے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ ہونے کا اظہار ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دشمنان اسلام اور معترضین اسلام کو چیلنج فرماتے کہ ''یا توا بمثل هذا القرآن'' (قرآن کی طرح کوئی جملہ بنا کر لاؤ) لیکن وہ اس سے ہمیشہ عاجز رہے، جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت واضح اور روشن ہوتی چلی گئی۔

تیسری حکمت یہ ہے کہ مسلسل اور بار بار دشمنان اسلام کی سازشوں اور ان کی شرارتوں کا مقابلہ رہتا ایسے مواقع پر جب جب آپ پریشانی اور کرب میں مبتلا ہوتے اللہ تعالیٰ آپ کی تسلی و تشفی فرماتے، کبھی اللہ تعالیٰ نے سابقہ نبیوں اور رسولوں کے قصوں کو سنا کر آپ کے دل کو تسلی عطا فرمائی جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

''وکلا نقص علیک من أنباء الرسل ما نثبت به فؤادک'' (اور سب چیزیں بیان کرتے ہیں ہم تیرے پاس رسولوں کے احوال سے جس سے تسلی دیں تیرے دل کو) سورۂ ہود:۱۲۰)

اور کبھی اللہ تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت، تائید اور حفاظت کا وعدہ فرما کر آپ کے قلب اطہر کو تشفی بخشی چنانچہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:۔

''واصبر لحکم ربک فانک باعیننا'' (اور تو ٹھہرا رہ منتظر اپنے رب کے حکم کا تو تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے) (سورۂ طور: ۴۸)

اور دوسری جگہ ارشاد ہے''واللہ یعصمک من الناس'' (اور اللہ تجھ کو بچا لے گا لوگوں سے) (سورۂ مائدہ: ۶۷)

اور کبھی دشمنوں کو نیست و نابود کر دینے کے وعدہ کے پیرایہ میں آپ کو تسلی دی، اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں''سیھزم الجمع و یلون الدبر'' (اب شکست کھائے گا یہ مجمع اور بھاگیں گے پیٹھ پھیر کر) (سورۂ قمر: ۴۵) ''فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقة مثل صاعقة عاد و ثمود (پھر اگر وہ روگردانی کریں تو تو کہہ میں نے خبر سنادی تم کو ایک سخت عذاب کی جیسے عذاب آیا عاد اور ثمود پر) (سورۂ حم سجدہ: ۱۳)

اور کبھی آپ کو صابر بن جانے کی تلقین فرمائی، جیسا کہ ارشاد فرماتے ہیں ''فاصبر کما صبر او العزم من الرسل'' (سو تو ٹھہرا رہ جیسے ٹھہرے رہے ہیں ہمت والے رسول) سورۂ احقاف: ۳۵)

اور کبھی نبی دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں حزن وملال دیکھا تو اس کا مداوا فرما کر تسلی کی دولت سے سرفراز فرمایا اور ارشاد ہوا''فلا تذھب نفسک علیھم حسرات'' (سو تیری جان نہ جاتی رہے ان پر پچتا پچتا کر) (سورۂ فاطر: ۸)

اور دوسری جگہ فرمایا''و اصبر وما صبرک الا باللہ و لا تحزن علیھم و لا تک فی ضیق مما یمکرون'' (اور تو صبر کر اور تجھ سے صبر ہو سکے اللہ ہی کے مدد سے اور ان پر غم نہ کھا اور تنگ مت ہو ان کے فریب سے) (سورۂ نحل: ۱۲۷)

اور کبھی اپنے محبوب کی دلداری فرماتے ہوئے ارشاد ہوا:۔

''وَاِن کانَ کَبُرَ علیک اعراضھم فان استطعت ان تبتغی نفقاً فی الارض او سلماً فی السماء فتأتیھم بآیة ولو شاء اللہ لجمعھم علی

الهدی فلا تکونن من الجاھلین ''(اور اگر تجھ پر گراں ہے ان کا منھ پھیرنا تو اگر تجھ سے ہو سکے کہ ڈھونڈ نکالے کوئی سرنگ زمین میں یا کوئی سیڑھی آسمان میں پھر لائے ان کے پاس ایک معجزہ اور اگر اللہ چاہتا تو جمع کر دیتا سب کو سیدھی راہ پر سو تو مت ہو نادانوں میں)(سورۂ انعام:۳۵)

چوتھی حکمت قرآن کریم کو بتدریج نازل کرنے میں یہ ہے کہ امت اسلامیہ کی مکمل تربیت ہو جائے۔ایک قوم اور ایک امت کی اسی وقت اصلاح اور مکمل تربیت ہو سکتی ہے جب یکے بعد دیگرے آسانیاں پیدا کی جائیں۔قرآن کریم جو اللہ کی کتاب ہے اس کو یاد کرنا اس کے اندر جو احکام اور علوم ہیں اس تک رسائی حاصل کرنا اس میں غور وفکر کرنا چونکہ قرآن کتاب الھدایت ہونے کے ساتھ ساتھ کتاب القانون بھی ہے اور ان قوانین پر عمل کرانا ہے۔نماز ہے، روزہ ہے، جہاد ہے اور تمام عبادات اور معاملات کے قبیل سے جو چیزیں ہیں ان پر عمل پیرا ہونے میں تکلیف اور تنگی نہ محسوس ہو۔اور وہ بری عادتیں جو ان کی گھٹی میں پڑی تھیں فی الفوران سے روکنے سے وہ تکلیف اور مشقت میں پڑ جاتے اسلئے بتدریج ان سے ممانعت کا حکم نازل ہوا۔مثلاً شراب، جوا وغیرہ۔

پانچویں حکمت یہ ہے کہ قرآن مجید کا ایک بڑا حصہ لوگوں کے سوالات کے جواب اور مختلف واقعات سے متعلق ہے اس لئے ان آیتوں کا نزول ایسے وقت مناسب تھا جس وقت وہ سوالات کئے گئے یا جس وقت وہ واقعات پیش آئے، اس سے مسلمانوں کی بصیرت بڑھتی تھی اور قرآن کریم کی غیبی خبروں سے اس کی حقانیت اور زیادہ آشکار ہو جاتی تھی۔(تفسیر کبیر، معارف القرآن)

اسباب نزول قرآن

قرآن کریم کی آیتیں دو قسم کی ہیں۔ایک تو وہ آیتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بطور خود نازل فرمائیں کوئی خاص واقعہ یا کسی کا کوئی سوال وغیرہ ان کے نازل ہونے کا سبب نہیں بنا۔

دوسری وہ آیات ہیں جن کا نزول کسی خاص واقعہ یا کسی کے سوال کے جواب

میں ہوا جس کو حضرات مفسرین کی اصطلاح میں سبب نزول یا شان نزول کہا جاتا ہے، مثلاً آیت ''لا تنکحوا المشرکت حتی یؤمن و لَامة مؤمنة خیر من مشرکة و لو أعجبتکم '' (مشرک عورتوں سے نکاح مت کرو جب تک وہ ایمان نہ لائیں اور بلاشبہ ایک مومن کنیز ایک مشرکہ سے بہتر ہے خواہ مشرکہ تمہیں پسند ہو۔ایک خاص واقعہ میں نازل ہوئی تھی۔

زمانہ جاہلیت میں حضرت مرثد بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ تعالی عنہ کا عنقا نامی ایک عورت سے تعلق تھا، اسلام لانے کے بعد یہ مدینہ طیبہ چلے آئے اور وہ عورت مکہ میں رہ گئی۔ایک مرتبہ حضرت مرثد رضی اللہ تعالی عنہ کسی کام سے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو اس عورت نے انہیں گناہ کی دعوت دی، حضرت مرثد رضی اللہ تعالی عنہ نے صاف انکار فرمادیا کہ اسلام میرے اور تمہارے درمیان حائل ہو چکا ہے لیکن اگر تم چاہو تو میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت کے بعد تم سے نکاح کرسکتا ہوں، مدینہ منورہ تشریف لاکر حضرت مرثد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی اجازت چاہی اور اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس نے مشرک عورتوں سے نکاح کی ممانعت کردی۔

اور جیسے یہ آیت ''یا ایها الذین آمنوا ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوماً بجهالة فتصبحوا علی ما فعلتم ندمین '' (اے ایمان والو اگر آئے تمہارے پاس کوئی گنہگار خبر لے کر تو تحقیق کرلو کہیں جانہ پڑو کسی قوم پر نادانی سے، پھر کل اپنے کیے پر لگو پچتانے) (سورۂ حجرات:٦)

یہ آیت بھی ایک خاص واقعہ میں نازل ہوئی، قبیلہ بنی المصطلق کے رئیس حارث بن ضرار جن کی صاحبزادی حضرت جویریہ رضی اللہ تعالی عنہا امہات المومنین میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی اور زکوۃ ادا کرنے کا حکم دیا۔میں نے اسلام تو قبول کیا اور زکوۃ ادا کرنے کا اقرار کیا اور عرض کیا کہ اب میں اپنی قوم میں جاکر ان کو بھی اسلام

اورادائے زکوۃ کی طرف دعوت دوں گا۔ جولوگ میری بات مان لیں گے اور زکوۃ ادا کریں گے میں ان کی زکوۃ کو جمع کرلوں گا، اور آپ فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ تک اپنا کوئی قاصد میرے پاس بھیج دیں تا کہ جورقم زکوۃ کی میرے پاس جمع ہو جائے اس کو سپرد کردوں۔

پھر جب حسب وعدہ حارث نے ایمان لانے والوں کی زکوۃ جمع کرلی اور وہ مہینہ اور وہ تاریخ جو قاصد بھیجنے کے لئے طے ہوئی تھی گذر گئی اور آپ کا کوئی قاصد نہیں پہنچا تو حارث کو یہ خطرہ پیدا ہوا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے کسی بات پر ناراض ہیں ورنہ یہ ممکن نہیں تھا کہ آپ وعدے کے مطابق اپنا آدمی نہ بھیجتے حارث نے اس خطرہ کا ذکر اسلام قبول کرنے والوں سے کیا اور ارادہ کیا کہ یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔

ادھر واقعہ یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقررہ تاریخ پر ولید بن عقبہ رضی اللہ تعالی عنہ کو اپنا قاصد بنا کر زکوۃ وصول کرنے کے لئے بھیجدیا تھا مگر ولید بن عقبہ کو راستہ میں یہ خیال آیا کہ اس قبیلہ کے لوگوں سے میری پرانی دشمنی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مجھے قتل کر ڈالیں، اس خوف کے سبب وہ راستے ہی سے واپس ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر یہ کہا کہ ان لوگوں نے زکوۃ دینے سے انکار کردیا اور میرے قتل کا ارادہ کیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک ایک دستہ مجاہدین کا روانہ کیا۔ ادھر یہ دستہ مجاہدین کا روانہ ہوا اور ادھر سے حارث مع اپنے ساتھیوں کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لئے نکلے، مدینہ کے قریب دونوں کی ملاقات ہوئی، حارث نے ان لوگوں سے پوچھا کہ آپ کن لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں؟ ان لوگوں نے کہا کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں، حارث نے سبب پوچھا تو ان کو ولید بن عقبہ کے بھیجنے کا اور ان کی واپسی کا واقعہ بتلایا گیا اور یہ کہ ولید بن عقبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ بیان دیا ہے کہ بنی المصطلق نے زکوۃ دینے سے انکار کردیا اور میرے قتل کا منصوبہ بنایا۔ حارث نے یہ سن

کر کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول برحق بنا کر بھیجا ہے میں نے ولید بن عقبہ کو دیکھا تک نہیں اور نہ وہ میرے پاس آئے، اس کے بعد حارث جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ تم نے زکوۃ دینے سے انکار کیا اور میرے قاصد کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا؟ حارث نے کہا کہ ہرگز نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو پیغام حق دے کر بھیجا ہے نہ وہ میرے پاس آئے اور نہ میں نے ان کو دیکھا، پھر وقت مقررہ پر آپ کا قاصد نہ پہنچا تو مجھے خطرہ ہوا کہ شاید مجھ سے کوئی قصور ہوا جس پر حضور ناراض ہوئے اس لئے میں حاضر خدمت ہوا۔
حارث فرماتے ہیں کہ اس پر سورۂ حجرات کی یہ آیت نازل ہوئی:۔

''یا ایھا الذین آمنوا ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوماً بجھالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم ندمین'' (اے ایمان والو اگر آئے تمہارے پاس کوئی گنہگار خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لو کہیں جا نہ پڑو کسی قوم پر نادانی سے، پھر کل اپنے کئے پر لگو پچتانے) (سورۂ حجرات:٦)

اور جیسے یہ آیت ''قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجھا و تشتکی الی اللہ و اللہ یسمع تحاور کما ان اللہ سمیع بصیر'' (سن لی اللہ نے بات اس عورت کی جو جھگڑتی تھی تجھ سے اپنے خاوند کے حق میں اور شکایت کرتی تھی اللہ کے آگے اور اللہ سنتا تھا سوال و جواب تم دونوں کا بیشک اللہ سنتا ہے دیکھتا ہے) (سورۂ مجادلہ آیت:١)

اس آیت کے نزول کا سبب بھی ایک خاص واقعہ ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت اوس بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ اپنی بیوی خولہ کو یہ کہہ دیا کہ ''انت علی کظھر امی'' تو میرے حق میں ایسی ہے جیسے میر ماں کی پشت، یعنی حرام ہے۔

حضرت خولہ یہ واقعہ پیش آنے پر جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا حکم شرعی معلوم کرنے کے لئے حاضر ہوئیں اسوقت تک اس خاص مسئلہ میں کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قول مشہور کے موافق ان سے

فرمادیا ''مااراک الا قد حرمت علیه ''یعنی میرے رائے میں توتم اپنے شوہر پر حرام ہوگئیں، وہ یہ سن کرواویلا کرنے لگیں کہ میری جوانی سب اس شوہر کی خدمت میں ختم ہوگئی اب بڑھاپے میں انھوں نے مجھ سے یہ معاملہ کیا ہے میں کہاں جاؤں؟ میرا اور میرے بچوں کا گذارہ کیسے ہوگا؟ اور ایک روایت میں ہے کہ خولہ نے اللہ تعالی سے فریاد کی کہ '' اللھم انی اشکوا الیک ''اس پر مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی۔

اور جیسے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے بارے میں سوال کیا تو یہ آیت نازل ہوئی:۔

'' ویسألونک عن الروح، قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا '' (اور تجھ سے پوچھتے ہیں روح کو، کہہ دے روح ہے میرے رب کے حکم سے اور تم کو علم دیا ہے تھوڑا سا) (سورۂ بنی اسرائیل: ۸۵)

اور جیسے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی:۔

'' ویسألونک عن ذی القرنین، قل سأتلوا علیکم منه ذکرا '' (اور تجھ سے پوچھتے ہیں ذوالقرنین کو، کہہ اب پڑھتا ہوں تمہارے آگے اس کا کچھ احوال) (سورۂ کہف: ۸۳)

یہ واقعات مذکورہ اور سوالات بالا آیات کے شان نزول یا سبب نزول ہیں۔ قرآن کریم کی تفسیر میں شان نزول کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

قرآن کریم کی سب سے پہلے نازل ہونے والی آیتیں

پہلا قول: صحیحین اور جمہور سلف وخلف کا اس پر اتفاق ہے کہ وحی کی ابتداء سورۂ علق سے ہوئی ہے اور اس سورۃ کی ابتدائی پانچ آیتیں ''مالم یعلم '' تک سب سے پہلے نازل ہوئیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں:۔

''أول ما بدئ به رسول الله صلى الله عليه وسلم من الوحى الرؤيا الصالحة فى النوم ، مكان لا يرى رؤيا الا جاء ت مثل فلق الصبح ثم حبب اليه الخلاء ، و كان يخلو بغار حراء فيتحنث فيه الليالى ذوات العدد قبل أن ينزع الى أهله و يتزود لذلک ، ثم يرجع الى خديجة فيتزود لمثلها ، حتى جاء ه الحق وهو فى غار حراء فجاء ه الملک فقال : اقرأ، قلت : ما أنا بقارئ ، فأخذنى فغطنى حتى بلغ منى الجهد ثم أرسلنى ، قال : اقرأ ، قلت : ما أنا بقارئ ، فأخذنى فغطنى الثانية حتى بلغ منى الجهد ، ثم أرسلنى فقال : اقرأ، قلت : ما أنا بقارئ، فأخذنى فغطنى الثالثة ، ثم أرسلنى فقال : ''اقرأ باسم ربک الذى خلق خلق الانسان من علق اقرأ وربک الأكرم ، الذى علم بالقلم ، علم الانسان مالم يعلم '' فرجع بها الى خديجة يرجف فؤاده ''

سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلۂ وحی رویائے صالحہ سے شروع ہوا جس کی کیفیت یہ تھی کہ جو کچھ آپ خواب میں دیکھتے بالکل اسی کے مطابق واقعہ پیش آتا کہ اس میں کسی تعبیر کی بھی ضرورت نہ تھی، صبح کی روشنی کی طرح واضح طور پر خواب میں دیکھا ہوا واقعہ سامنے آجاتا تھا، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوق سے یکسوئی اور خلوت میں عبادت کرنے کا قوی داعیہ پیش آیا جس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غار حراء کو منتخب فرمایا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ آپ اس غار میں جا کر راتوں کو رہتے اور عبادت کرتے تھے جب تک اہل وعیال کو خبر گیری کی ضرورت پیش نہ آتی وہیں مقیم رہتے، اور وہاں قیام کے لئے ضروری توشہ لے جاتے اور پھر توشہ ختم ہونے کے بعد حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کے پاس تشریف لاتے اور مزید کچھ دنوں کے لئے توشہ لے جاتے، آپ اسی غار حراء میں تھے کہ اچانک آپ کے پاس حق یعنی وحی پہنچی۔

حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ وحی آنے کی

صورت یہ ہوئی کہ فرشتہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور آپ سے کہا ''اقرأ'' یعنی پڑھئے، آپ نے فرمایا: ''ماأنا بقارئ'' میں پڑھنے والا نہیں ہوں، یہ اس لئے فرمایا کہ آپ امی تھے، حضرت صدیقہ کی اس روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے اس جواب پر جبرئیل امین نے مجھے اپنے آغوش میں لے کر اتنا دبایا کہ مجھے اسکی تکلیف محسوس ہونے لگی اس کے بعد مجھے چھوڑ دیا اور پھر: ''اقرأ'' کہا میں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھنے والا نہیں ہوں، پھر جبرئیل امین نے دوبارہ آغوش میں لے کر اتنا دبایا کہ مجھے تکلیف محسوس ہونے لگی، پھر چھوڑ دیا، اور تیسری مرتبہ پھر یہ کہا ''اقرأ'' میں نے پھر وہی جواب دیا ''مانا بقارئ''۔ تیسری مرتبہ پھر آغوش میں لے کر دبایا پھر چھوڑ کر کہا: ''اقرأبا سم ربک الذی خلق ، خلق الانسان من علق ، اقرأو ربک الاکرم الذی علم با لقلم علم الإنسان مالم یعلم''

قرآن کریم کی (یہ سب سے پہلی) پانچ آیتیں لے کر آپ گھر تشریف لائے، آپ کا دل کانپ رہا تھا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آکر فرمایا ''زَمِّلونی زملونی'' مجھے ڈھانپو مجھے ڈھانپو۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کے اوپر کپڑے ڈالدئے یہاں تک کہ یہ کیفیت ختم ہوگئی۔

حاکم نے اپنی مستدرک میں اور بیہقی نے دلائل میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول ''اول سورة نزلت من القرآن اقرأ با سم ربک الذی خلق'' (قرآن کی پہلی سورت جو نازل ہوئی وہ اقرأ با سم ربک الذی خلق ہے) نقل کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے۔

اور طبرانی نے کبیر میں اپنی سند سے حضرت ابی رجاء العطاردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا اور صحیح قرار دیا ہے کہ انھوں نے کہا:۔

''کان ابو موسی الاشعری یقرئنا فیجلسنا حلقاً و علیہ ثو بان ابیضان فاذا تلا ھذہ السورة ''اقرأ باسم ربک الذی خلق'' قال ھذہ أول سورة نزلت علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' (حضرت ابوموسیٰ

اشعری رضی اللہ تعالی عنہ ہمیں پڑھا رہے تھے اور ہم لوگ حلقہ بنائے ہوئے بیٹھے تھے حضرت موسی اشعری دو سفید کپڑے پڑے پہنے ہوئے تھے، جب انھوں نے ’’اقرأ باسم ربک الذی خلق ‘‘ کی تلاوت کی تو فرمایا کہ یہ پہلی سورت ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

دوسرا قول: دوسرا قول یہ ہے کہ سورۂ مدثر سب سے پہلے نازل ہونے والی سورت ہے، اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسکو بخاری اور مسلم نے حضرت ابی سلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی ہے:۔

’’انہ قال : سألت جا بر بن عبد اللّٰہ ای القرآن انزل قبل ؟ فقال :یا ایھا المدثر ، فقلت : او ’’اقرأ باسم ربک ‘‘ و فی روایة ،نبئت انه : اقراء باسم ربک الذی خلق ،فقال احدثکم ما حدثنا به رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ، قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم انی جاورت بحراء فلما قضیت جواری نزلت فا ستبطنت الوادی‘‘ و فی روایة فنودیت فنظرت أمامی و خلفی و عن یمینی و عن شمالی ثم نظرت الی السماء فاذا جبرئیل جالس علی عرش بین السماء والارض فأخذتنی رجفة فأتیت خدیجة فأمرتھم فدثرونی ، فأنزل اللّٰہ تعالی :’’یا ایھا المدثر قم فأنذر الی والرجز فاھجر‘‘

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبد اللہ سے دریافت کیا کہ قرآن میں سے کون سا حصہ سب سے پہلے نازل ہوا؟ انھوں نے فرمایا ’’یا ایھا المدثر ‘‘تو میں نے کہا: یا ’’اقرأ باسم ربک ‘‘اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے یہ کہا کہ مجھے بتایا گیا کہ ’’ اقرأ باسم ربک الذی خلق ‘‘ ہے۔تو حضرت جابر بن عبد اللہ نے فرمایا کہ میں تم کو وہ بات بتلاتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے بیان فرمائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے حراء میں قیام کیا، جب میں نے اپنا قیام پورا کرلیا تو میں وادی کے اندر داخل ہوا اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے ایک آواز سنی تو

میں نے سامنے، پیچھے اور دائیں بائیں دیکھا، پھر میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو پایا کہ جبرئیل آسمان اور زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں پھر میرے اوپر گھبراہٹ طاری ہوگئی اور میں خدیجہ کے پاس آیا اور ان سے اوڑھانے کو کہا تو انھوں نے مجھ کو اوڑھادیا، پھر اللہ تعالیٰ نے "**یا ایھا المدثر قم فأنذر والرجز فاهجر**" تک نازل فرمائی۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جمہور سلف وخلف کے نزدیک صحیح یہی ہے کہ سب سے پہلے سورۃ اقرأ کی پانچ آیتیں نازل ہوئیں اور جن حضرات نے سورۂ مدثر کو پہلی سورت فرمایا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اقرأ کی پانچ آیتیں نازل ہونے کے بعد نزول قرآن میں ایک مدت تک توقف رہا جس کو "فترت" کا زمانہ کہا جاتا ہے اور وحی کی تاخیر اور توقف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت رنج وغم پیش آیا اس کے بعد اچانک پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام سامنے آئے اور سورۂ مدثر کی آیتیں نازل ہوئیں، اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ سب سے پہلی وحی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی وہ بالاتفاق سورۂ "اقرأ" ہے اور فترت وحی کے بعد جو سب سے پہلی وحی آئی وہ سورۂ مدثر ہے۔

قرآن کریم کی آخری آیت

اس بارے میں بھی اختلاف رہا ہے کہ قرآن کی آخری آیت کون سی ہے؟ اس سلسلہ میں آٹھ اقوال نقل کئے جاتے ہیں، ان آٹھوں اقوال کے راوی چھ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین ہیں پہلے ہم ان صحابۂ کرام کا مقام ومرتبہ اور ان کے سال وفات کا ذکر کریں گے۔

اول: امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ عظیم المرتبت صحابی ہیں اور خلفائے راشدین میں دوسرے نمبر پر خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، حافظ قرآن ہیں، روایت سے ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ نے جمع قرآن کے وقت اس کام میں حضرت زید رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ ان کو بھی لگایا تھا، جب کوئی شخص کوئی آیت لے کر آتا تھا تو حضرت زید رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی

عنہ دونوں حضرات مشترک طور پر اسے وصول کرتے تھے۔ آپ ۲۳ ھ میں شہید ہوئے۔

ثانی: حضرت ابی بن کعب بن قیس بن عبید اللہ ابو المنذر المدنی الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبار صحابہ میں سے ہیں اور کاتب وحی ہیں۔ آپ نے ۳۰ ھ میں وفات پائی۔

ثالث: حضرت ام سلمۃ رضی اللہ تعالی عنہا، یہ امہات المومنین میں سے ہیں، ان کی وفات ۵۹ ھ میں ہوئی۔

رابع: حضرت معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف القرشی الاموی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی ہیں، ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا کے بھائی اور خلافت امویہ کے بانی ہیں۔ ۶۰ ھ میں وفات پائی۔

خامس: براء بن عازب بن حارث ابو عمارہ الاوسی رضی اللہ تعالی عنہ، بڑے پائے کے جلیل القدر صحابی ہیں، پندرہ غزوات میں شریک ہوئے، کوفہ میں ۶۲ ھ میں وفات پائی۔

سادس: عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب بن ہاشم رضی اللہ تعالی عنہ۔ جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں، مفسر قرآن اور محدث عظیم ہیں۔ ۶۸ ھ میں وفات پائی۔

اب ان آٹھ روایتوں کو ملاحظہ فرمائیں:۔

پہلا قول: قرآن کریم کی سب سے آخری آیت جو نازل ہوئی وہ یہ ہے:۔

”واتقوا یوماً ترجعون فیه الی الله ثم توفی کل نفس ما کسبت وهم لا یظلمون“

یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے۔

نسائی نے حضرت عکرمہ کے طریق سے حضرت ابن عباس کا یہ قول نقل کیا ہے:

”آخر شیئ نزل من القرآن: ”واتقوا یوماً ترجعون فی الی الله“ الآیۃ۔

ابن مردویہ نے سعید بن جبیر کی طریق سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا

ہے کہ ابن عباس نے فرمایا: ''آخر آیۃ نزلت واتقوا یوماً ترجعون فیہ الی اللہ'' الآیۃ۔

ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے حضرت ابن عباس کا یہ قول نقل کیا ہے ''آخر ما نزل من القرآن کلہ: ''واتقوا یوماً ترجعون فہ الی اللہ'' الآیۃ۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان فانی میں اکتیس روز اور ایک روایت میں نو دن تشریف فرما رہے اور پھر بارہ ربیع الاول دوشنبہ کی رات ۱۱ھ میں رحلت فرما گئے۔

دوسرا قول: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کا قول کہ قرآن کی آخری آیت ''یا ایہاالذین آمنو اتقوا اللہ و ذرو ما بقی من الربا ان کنتم مؤمنین'' ہے۔

بخاری نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ''آخر آیۃ نزلت آیۃ الربا'' (آخری آیت آیت ربوٰ نازل ہوئی)۔

اور بیہقی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے کہ ''آخر آیۃ نزلت آیۃ الربا'' (آخری آیت ربوٰ کی آیت نازل ہوئی ہے)۔

تیسرا قول: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کا قول ہے کہ آخری آیت جو نازل ہوئی وہ اللہ کا قول:۔

''لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم، فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الٰہ الا نت وھو رب العرش العظیم'' ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ''آخر القرآن عھداً باللہ ھاتان الآیتان: لقد جاء کم رسول من انفسکم'' الآیۃ۔

مستدرک میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا:

آخر آیة نزلت : لقد جاء کم رسول من انفسکم ''الی آخرالسورۃ۔(آخری آیت لقد جاء کم رسول من انفسکم نازل ہوئی)

چوتھا قول: آخری آیت جونازل ہوئی وہ'' فاستجاب لھم ربھم انی لا اضیع عمل عامل منکم ''الی آخرہا ہے، یہ قول حضرت ام سلمۃ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے۔

پانچواں قول: آخری آیت جو اللہ تعالی نے نازل فرمائی وہ یہ ہے:''ومن یقتل مؤمنا متعمداً فجزاء ہ جھنم ''الی آخرہ۔

بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے کہ''نزلت ھذہ الآیۃ '' و یقتل مو مناً متعمداً فجزاء ہ جھنم '' ھی آخر ما نزل وما نسخھا شئی ''(''و یقتل مو مناً متعمداً فجزاء ہ جھنم '' آخر میں نازل ہوئی اور اس کو کسی چیز نے منسوخ نہیں کیا)

چھٹا قول: آخری آیت اللہ کا ارشاد'' یستفتونک ، قل اللہ یفتیکم فی الکللۃ'' ہے۔

بخاری اور مسلم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا:''آخر آیۃ نزلت و یستفتونک ''الی آخرہا۔(آخری آیت و یستفتونک نازل ہوئی)

ساتواں قول: آخری آیت اللہ تعالی کا قول:''یاایھا الذین آمنوا اذا تداینتم بدین الیٰ اجل مسمی فاکتبوہ ''الی آخرہا ہے۔

ابن جریج نے ابن شہاب کے طریق سے حضرت سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے کہ''انہ بلغہ أن أحدث القرآن عھداً بالعرش آیۃ ''الدَّین''۔

آٹھواں قول: آخری آیت جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی وہ''فمن کان یرجوا لقاء ربہ ''الآیۃ ہے۔یہ قول معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالی عنہ کا ہے۔اس کے بارے میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

''و من غريب ما ورد في ذلك اخرجه ابن جرير عن معاوية بن ابي سفيان أنه تلا هذه الآية ''فمن كان يرجو القاء ربه'' الآية وقال انهما آخر آية نزلت من القرآن''۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

''هذا اثر مشكل ولعله اراد أنه لم ينزل بعدها آية تنسخها و لا تغير حكمها بل هي مثبتة محكمة'' (یہ مشکل قول ہے، غالباً انکی مراد یہ ہے کہ اس کے بعد کوئی آیت اس کو منسوخ کرنے والی اور اس کے حکم میں تبدیلی کرنے والی نہیں نازل ہوئی بلکہ یہ آیت محکم اور غیر منسوخ ہے)

ان آٹھوں اقوال میں وہ قول زیادہ راجح اور واضح معلوم ہوتا ہے جس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت فرمایا ہے کہ:۔

''واتقوا يوماً ترجعون فيه الى الله ثم توفى كل نفس ما كسبت وهم لا يظلمون'' آخری آیت ہے کیونکہ اس کے نازل ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں نو دن اور ایک روایت میں اکتیس روز تشریف فرما رہے اس کے بعد آپ اپنے محبوب حقیقی کی طرف منتقل ہو گئے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

ترتیب نزول قرآن کے فوائد

پہلا فائدہ: کسی ایک مسئلہ میں دو حکموں کا پایا جانا اس وقت ناسخ اور منسوخ کا جاننا، ایک آیت دوسرے آیت کے خلاف ہو عمل کرنے کے اعتبار سے ان دونوں آیتوں کا جمع کرنا ممکن نہ ہو، اس لئے ہم بعد والی آیت کو پہلی والی آیت کا ناسخ کہتے ہیں، بعد والی آیت پر عمل ہوگا اور پہلی والی آیت کو چھوڑ دیا جائے گا۔ اسکی مثال جیسے ''بعض لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدگی میں خفیہ بات کرنا چاہتے تھے اور آپ ان کو وقت دیدیتے تھے، بعض ناواقف مسلمان بات لمبی کر کے مجلس طویل کر دیتے تھے اور پھر اس میں منافقین کی شرارت بھی شامل ہو گئی تھی تو حق تعالیٰ شانہ نے آپ سے یہ بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ابتداءً یہ حکم نازل فرمایا:۔

''یا ایھالذین آمنوا اذانا جیتم الرسول فقدموا بین یدی نجواکم صدقة ذلک خیر لکم و اطھر فان لم تجدوا فان الله غفور رحیم '' (اے ایمان والو جب تم رسول سے سرگوشی کیا کروتو اپنی اس سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات دیدیا کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور پاک ہونے کا اچھا ذریعہ ہے، پھر اگر تم کو صدقہ کا مقدور نہ ہو تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے)

لطیفہ: جب یہ آیت نازل ہوئی تو سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس پر عمل فرمایا بلکہ صرف انہیں نے اس پر عمل فرمایا اور ایک دینار صدقہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدگی میں بات کرنے کا وقت لیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن کریم میں ایک آیت ایسی ہے۔ جس پر میرے سوا کسی نے عمل نہیں کیا، نہ مجھ سے پہلے کسی نے عمل کیا اور نہ میرے بعد کوئی عمل کرے گا۔ وہ آیت یہی تقدیم صدقہ کی ہے۔

اس حکم کے نازل ہونے کے بعد مسلمان تنگی میں پڑ گئے، اللہ تعالیٰ نے ان پر مہربانی فرمائی اور اس حکم کو اس آیت کریمہ نے منسوخ فرمادیا:۔

''أأشفقتم ان تقدموا بین یدی نجواکم صدقة فاذلم تفعلوا و تاب الله علیکم فاقیمو الصلاة و آتوا الزکاة و أطیعوا الله و رسوله والله خبیر بما تعملون '' (کیا تم اپنی سرگوشی کے قبل خیرات دینے سے ڈر گئے سو جب تم نہ کر سکے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے حال پر عنایت فرمائی تو تم نماز کے پابند رہو اور زکوۃ دیا کرو اور اللہ اور رسول کا کہنا مانا کرو اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''یا ایھا الذین آمنوا اتقو الله حق تقاته و لا تموتن الا و انتم مسلمون '' اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے جیسا اس سے ڈرنا چاہئے اور نہ مرو مگر مسلمان (ہونے کی حالت میں) (سورۂ آل عمران: ۱۰۲)

''حق تقاته '' کا مطلب یہ ہے کہ انسان پر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنا واجب ہے اور اس کی نافرمانی کرنا مطلقاً حرام ہے، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اس کی ناشکری نہ کرے جس بھی حال میں ہو اسکو یاد کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ کو ایک لمحہ کے لئے بھی

نہ بھولے۔اس پر صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے عرض کیا یارسول اللہ، اسکی طاقت کس میں ہے؟ تو اللہ تعالی نے اس میں تخفیف فرمائی اور یہ آیت نازل فرمائی ''فاتقوا اللہ ما استطعتم''۔(پس ڈرو اللہ سے جتنی تمہیں استطاعت ہو)

دوسرا فائدہ: شریعت اسلامیہ کی تاریخ کا جاننا۔جیسے

یہ جاننا کہ نماز کی فرضیت والی آیتیں مکہ میں ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں۔

اور یہ جاننا کہ زکوۃ اور روزہ کی فرضیت ہجرت کے بعد ۲ھ میں ہوئی۔

اور یہ جاننا کہ حج کی فرضیت ہجرت کے بعد ۶ھ میں ہوئی۔

اس سے ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ پہلے نماز فرض ہوئی پھر زکوۃ فرض ہوئی اس کے بعد روزہ اور حج فرض ہوئے۔

تیسرا فائدہ: شریعت غراء کے بتدریج نازل ہونے میں اللہ تعالی کی بڑی حکمت ہے، اور بندے کو اس پر عمل کرنے میں آسانی اور سہولت پہنچانا ہے اور شیطانی چال اور اس کی تدبیروں سے روکنا ہے۔

دوسرا باب
قرآن کریم کی تقسیم

اس باب میں چند فصلیں اور ان کے متعلقات ہیں

پہلی فصل قرآن کریم کی تقسیم باعتبار مکی ومدنی

۱ مکی ومدنی کا مطلب

۲ مکی ومدنی آیات کی علامات

دوسری فصل سورتوں کی تقسیم اوران کے متعلقات

۱ سورت کا معنی اور مفہوم

۲ سورتوں کی ترتیب کا حکم

۳ کیا سورتوں کے نام توقیفی ہیں؟

تیسری فصل سورتوں کی تقسیم باعتبار طوال، مئین، مثانی، مفصل۔

چوتھی فصل قرآن کی تقسیم باعتبار مندرجہ ذیل:۔

۱ قرآن کریم کی آیات کی تعداد

۲ آیت کا معنی اور مفہوم

۳ آیتوں کے فوائد کا جاننا

۴ قرآن کریم کی آیات کی ترتیب کا حکم

۵ کلمات قرآن کی تعداد

پہلی فصل قرآن کریم کی تقسیم مکی اور مدنی ہونے کے اعتبار سے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی مدت تیئیس سال ہے جس میں تیرہ سالہ زندگی مکی ہے جو ہجرت سے پہلے ہے۔اور دس سالہ مدت زندگی ہجرت کے بعد کی

مدنی ہے اور انہی مدتوں کے درمیان قرآن کریم کا نزول مکمل ہوا۔ اس اعتبار سے قرآن کریم کی آیات اور سورتوں کی تقسیم مکی و مدنی کی طرف کی جاتی ہے۔

قرآن کریم کی مکی و مدنی تقسیم کے اس مقام پر کچھ سوالات ذہن میں آتے ہیں جن کا جواب معلوم ہونا ضروری ہے:۔

۱ وہ سورتیں کون سی ہیں جو مکہ میں نازل ہوئیں؟

۲ وہ سورتیں کون سی ہیں جو مدینہ میں نازل ہوئیں؟

۳ مکی اور مدنی ہونے سے کیا مراد ہے؟

۴ کیا مکی اور مدنی آیات کے پہچاننے کے لئے کچھ طریقے ہیں؟

۵ کیا مکی و مدنی کی کچھ علامتیں ہیں؟

اب ان سب کے جوابات بالترتیب ملاحظہ فرمائیں:۔

اول: وہ سورتیں جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں۔ بقول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ ہیں:۔

۱	اقرأ	۲	ن
۳	والضحیٰ	۴	مزمل
۵	مدثر	۶	تبت یدا
۷	تکویر	۸	اعلیٰ
۹	واللیل	۱۰	والفجر
۱۱	الم نشرح	۱۲	والعصر
۱۳	کوثر	۱۴	تکاثر
۱۵	أریت الذی	۱۶	فیل
۱۷	کافرون	۱۸	اخلاص
۱۹	نجم	۲۰	عبس
۲۱	قدر	۲۲	حج

۲۳	والشمس وضحٰها	۲۴	بروج
۲۵	تین	۲۶	لایلف
۲۷	قارعة	۲۸	قیامة
۲۹	ویل لکل	۳۰	مرسلات
۳۱	قٓ	۳۲	بلد
۳۳	طارق	۳۴	قمر
۳۵	صٓ	۳۶	اعراف
۳۷	جن	۳۸	یٰس
۳۹	فرقان	۴۰	اسراء
۴۱	مریم	۴۲	طٰهٰ
۴۳	شعراء	۴۴	نمل
۴۵	قصص	۴۶	فُصِّلت
۴۷	یونس	۴۸	ہود
۴۹	یوسف	۵۰	حج
۵۱	انعام	۵۲	صافات
۵۳	لقمان	۵۴	سبا
۵۵	زمر	۵۶	غافر
۵۷	سجدہ	۵۸	شوریٰ
۵۹	زخرف	۶۰	دخان
۶۱	جاثیہ	۶۲	احقاف
۶۳	ذاریات	۶۴	غاشیہ
۶۵	کہف	۶۶	نحل
۶۷	نوح	۶۸	ابراہیم

۶۹	اقتربت الساعۃ	۷۰	انبیاء
۷۱	مؤمنون	۷۲	سجدہ
۷۳	رعد	۷۴	الطّور
۷۵	ملک	۷۶	الحاقۃ
۷۷	سأل سائل	۷۸	نبأ
۷۹	نازعات	۸۰	انفطار
۸۱	انشقاق	۸۲	روم
۸۳	عنکبوت		

مندرجہ بالا سورتیں مکہ مکرمۃ میں نازل ہوئیں جن کی مجموعی تعداد تراسی ہے سوائے ان بعض آیات کے جو ان سورتوں میں ہیں حالانکہ وہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں ہیں۔

ثانی: وہ سورتیں جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں بقول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ ہیں:۔

۱	ویل للمطففین	۲	بقرہ
۳	انفال	۴	آل عمران
۵	احزاب	۶	ممتحنۃ
۷	نساء	۸	زلزلت
۹	حدید	۱۰	محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
۱۱	انسان	۱۲	طلاق
۱۳	لم یکن	۱۴	الحشر
۱۵	نصر اللہ	۱۶	منافقون
۱۷	نور	۱۸	مجادلۃ
۱۹	حجرات	۲۰	تحریم

۲۱	جمعہ	۲۲	تغابن
۲۳	صف	۲۴	فتح
۲۵	مائدہ	۲۶	توبہ
۲۷	واقعہ	۲۸	عادیات
۲۹	فلق	۳۰	ناس

مندرجہ بالا سورتیں وہ ہیں جو مدینہ منورۃ میں نازل ہوئیں۔

قرآن کریم کے سورتوں کی مجموعی تعداد ۱۱۳ ہوتی ہے لیکن اہل علم نے قرآن کریم کی ۱۱۴ سورتیں بتائی ہیں۔

وہ ایک سورت جس سے ۱۱۴ کا عدد مکمل ہوتا ہے ''سورۂ فاتحہ'' ہے، جس کا ذکر مذکورہ بالا دونوں فہرستوں میں نہیں ہے کیونکہ سورۂ فاتحہ کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ دوبار نازل ہوئی ہے، ایک بار مکہ مکرمہ میں اور دوبارہ مدینہ منورہ میں، حالانکہ راجح یہی ہے کہ یہ مکہ شریف میں نازل ہوئی ہے، بہر حال سورۂ فاتحہ کو لے کر قرآن مجید کی کل سورتیں ۱۱۴ ہیں۔

قرآن شریف کی سورتوں کا مکی ومدنی ہونا

ثالثاً: قرآن کریم کی سورتوں کا مکی ومدنی ہونے کے معنی میں تین مذاہب ہیں:۔

پہلا مذہب: اور یہی راجح ہے اور مشہور بھی، یہ ہے کہ مکی وہ ہے جو ہجرت سے پہلے مکہ یا اطراف مکہ میں نازل ہوئی ہو۔

اور مدنی وہ ہے جو ہجرت کے بعد مدینہ منورہ یا اطراف مدینہ میں نازل ہوئی۔

دوسرا مذہب: یہ ہے کہ جو مکہ میں نازل ہوئی ہو، خواہ ہجرت سے پہلے یا ہجرت کے بعد اور خواہ مکہ میں نازل ہوئی ہو یا اطراف مکہ، جیسے منیٰ، عرفات، حدیبیہ وغیرہ میں۔

اور مدنی وہ ہے جو مدینہ یا اطراف مدینہ میں نازل ہوئی ہو جیسے بدر، احد میں۔

تیسرا مذہب: یہ ہے کہ جو مکہ والوں کے بارے میں نازل ہوئی خواہ ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہو یا بعد میں، وہ مکی ہے۔

اور جو مکہ والوں کے بارے میں نہ نازل ہوئی ہو وہ مدنی ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست ایسی کوئی روایت منقول نہیں ہے جس میں آپ نے کسی آیت یا کسی سورت کو مکی یا مدنی قرار دیا ہو لیکن جن حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے الفاظ و معانی کی حفاظت میں اپنی عمریں کھپائی ہیں انھوں نے ہی سورتوں اور آیات کے بارے میں یہ بھی بتایا ہے کہ ان میں سے کون سی مکی ہے اور کون سی مدنی۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قسم کھا کر فرماتے ہیں:۔

''قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کہ اللہ کی کتاب کی ہر آیت کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ وہ کس کے بارے میں نازل ہوئی؟ اور کہاں نازل ہوئی؟''

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

''خدا کی قسم میں ہر ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ رات میں نازل ہوئی یا دن کو، میدانی علاقہ میں اتری یا پہاڑی پر''۔

مکی و مدنی کی علامتیں

خامس: مکی و مدنی کی علامتیں۔

علمائے تفسیر نے مکی و مدنی سورتوں کا استقراء کر کے ان کی بعض ایسی خصوصیات بیان فرمائی ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت مکی ہے یا مدنی۔ اس سلسلہ میں بعض قواعد کلی ہیں اور بعض اکثری ہیں:۔

۱ ہر وہ سورت جن میں لفظ ''کلّا'' آیا ہے وہ مکی ہے۔ یہ لفظ پندرہ سورتوں میں ۳۳ مرتبہ استعمال ہوا ہے اور یہ ساری آیتیں قرآن کریم کے آخری نصف حصہ میں ہیں۔

۲ جس سورت میں کوئی سجدہ کی آیت آتی ہو وہ مکی ہے۔ (یہ اصول حنفیہ کے مسلک پر ہے کیونکہ ان کے نزدیک سورۂ حج کا دوسرا سجدہ نہیں ہے، شوافع کے نزدیک سورۂ حج کا دوسرا سجدہ ہے اور وہ مدنی ہے لہٰذا وہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہوگی)۔

۳ سورۂ بقرہ کے سوا ہر وہ سورت جس میں حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس ملعون

کا واقعہ آیا ہوا ہے، وہ مکی ہے۔

۴ ہر وہ سورت جس میں جہاد کی اجازت یا اس کے احکام مذکور ہوں وہ مدنی ہے۔

۵ ہر وہ سورت جس میں منافقین کا ذکر آیا ہے مدنی ہے، بعض علماء نے اس قاعدہ سے سورۂ عنکبوت کو مستثنیٰ کیا ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ سورۂ عنکبوت بحیثیت مجموعی تو مکی ہے مگر جن آیتوں میں منافقین کا ذکر ہے وہ مدنی ہے۔

مندرجہ ذیل خصوصیات عمومی اور اکثری ہیں، یعنی کبھی کبھی ان کے خلاف بھی ہو جاتا ہے لیکن اکثر و بیشتر ایسا ہی ہوتا ہے:۔

مکی سورتوں میں عموماً ''یا ایھا الناس'' کے الفاظ سے خطاب کیا گیا ہے۔

۲ مکی آیتیں اور سورتیں عموماً چھوٹی اور مختصر ہیں۔

۳ مکی سورتیں زیادہ تر توحید، رسالت اور آخرت کے اثبات، حشر و نشر کی منظر کشی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر و تسلی کی تلقین اور پچھلی امتوں کے واقعات پر مشتمل ہیں اور ان میں احکام و قوانین کم بیان ہوئے ہیں۔ اس کے برعکس مدنی سورتوں میں خاندانی اور تمدنی قوانین، جہاد و قتال کے احکام اور حدود و فرائض بیان کئے گئے ہیں۔

۴ مکی سورتوں میں زیادہ تر مقابلہ بت پرستوں سے ہے اور مدنی سورتوں میں اہل کتاب اور منافقین سے۔

۵ مکی سورتوں کا اسلوب بیان زیادہ پر شکوہ ہے، اس میں استعارات، تشبیہات اور تمثیلات زیادہ ہیں اور ذخیرہ الفاظ بہت وسیع ہیں، اسکے برخلاف مدنی سورتوں کا انداز نسبۃً سادہ ہے۔

مکی و مدنی سورتوں کے انداز اسلوب میں یہ فرق حالات ماحول اور مخاطبوں کے اختلاف کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، مکی زندگی میں مسلمانوں کا واسطہ زیادہ تر عرب کے بت پرستوں سے تھا اس لئے اس دور میں زیادہ زور عقائد کی درستگی، اخلاق کی اصلاح اور بت پرستوں کی مدلل تردید اور قرآن کریم کی شان اعجاز کے اظہار پر دیا گیا ہے۔

اور مدینہ منورہ میں ایک اسلامی ریاست وجود میں آچکی تھی، لوگ جوق در جوق

اسلام کے سائے تلے آرہے تھے اور ایک طرح سے بت پرستی کا ابطال ظاہر ہو چکا تھا اور اب پورا پورا مقابلہ اہل کتاب سے تھا اسلئے یہاں احکام وقوانین اور حدود وفرائض کی تعلیم اور اہل کتاب کی تردید پر زیادہ توجہ دی گئی ہے اور اسی کے مناسب انداز بیان اختیار کیا گیا ہے۔

حضرات مفسرین نے قرآن کریم میں مکی و مدنی کی تقسیم کے علاوہ نزول کے مقام اور وقت کے لحاظ سے کچھ اور قسمیں بھی بیان فرمائیں ہیں، مثلاً حضری آیات، سفری آیات وغیرہ:۔

۱ حضری: ان آیتوں کو کہتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وطن میں نازل ہوئیں۔

۲ سفری: جو سفر کی حالت میں نازل ہوئیں مثلاً ''ان اللہ یأمرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا'' یہ فتح مکہ کے سفر میں نازل ہوئی۔

۳ لیلی: یہ وہ آیات ہیں جو رات کے وقت نازل ہوئیں، مثلاً سورۂ آل عمران کی آخری آیات ''ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنھار لآیات لاولی الالباب''

۴ نہاری: وہ آیات جو دن کے وقت نازل ہوئیں بقول علامہ ابن حبیب رحمۃ اللہ علیہ اکثر آیات اسی قسم سے تعلق رکھتی ہیں۔

۵ صیفی: یہ وہ آیات ہیں جو گرمی کے موسم میں نازل ہوئیں مثلاً سورۂ نساء کی آخری آیت ''یستفتونک، قل اللہ یفتیکم فی الکلٰلۃ'' صحیح مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت کے مطابق گرمی میں نازل ہوئی تھی اور دوسری روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ یہ آیتیں حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی تھیں۔

۶ شتائی: یہ وہ آیات ہیں جو سردی کے موسم میں اتری ہیں، مثلاً سورۂ نور کی آیات'' ان الذین جاء و بالإفک''۔

۷ فراشی: یہ وہ آیات ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے وقت نازل

ہوئیں جب کہ آپ اپنے بستر پر تھے، چنانچہ "واللہ یعصمک من الناس" اسی حالت میں نازل ہوئی۔

۸ نومی: بعض حضرات نے آیات کی ایک قسم "نومی" بھی ذکر کی ہے یعنی وہ آیات جو نیند کی حالت میں اتریں اور اس کی مثال صحیح مسلم کی وہ روایت ہے جس میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے کہ آپ کو نیند کا ایک جھونکا آیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرماتے ہوئے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا کہ مجھ پر ابھی ایک سورت نازل ہوئی ہے پھر آپ نے سورۂ کوثر تلاوت فرمائی۔

لیکن محقق بات یہ ہے کہ نیند کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی آیت قرآنی نازل نہیں ہوئی، اوپر کی روایت میں جس کیفیت کو نیند کے جھونکے سے تعبیر کیا گیا ہے اس کے لئے اصل حدیث میں لفظ "اغفاءۃ" کا استعمال ہوا ہے اور حضرت امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد نیند نہیں ہے۔ بلکہ وہ مخصوص حالت ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کے وقت طاری ہو جایا کرتی تھی۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تائید کی ہے۔

۹ سماوی: یعنی وہ آیات جو معراج کے وقت آسمان پر نازل ہوئیں ان کے بارے میں صرف ایک روایت ملتی ہے جو صحیح مسلم میں ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ بقرہ کی آخری آیات شب معراج میں سدرۃ المنتہی کے قریب نازل ہوئیں۔

۱۰ فضائی: علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قسم ایسی بھی ذکر کی ہے جو نہ زمین پر نازل ہوئی نہ آسمان پر۔ ان کا کہنا ہے کہ سورۂ صافات کی تین آیات "وما منا الا لہ مقام معلوم" اور سورۂ زخرف کی ایک آیت "واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا" اس قسم میں داخل ہیں۔ لیکن علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس کی کے بارے میں کہتے ہیں کہ مجھے نہیں ملی۔

دوسری فصل قرآن کریم کی سورتوں کی تقسیم اوران کے متعلقات

قرآن کریم کی سورتوں کی مجموعی تعداد میں تھوڑا سا اختلاف ہے۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ مجموعی تعداد سورتوں کی ایک سو چودہ (۱۱۴) ہے اور دوسری جماعت کہتی ہے کہ مجموعی تعداد ۱۱۳ ہے یہ حضرات سورۂ توبہ اور سورۂ انفال کو ایک ہی سورت تسلیم کرتے ہیں۔

سورۃ کے معنی

''السورۃ ھی الجملۃ من آیات القر آن ذات المطلع و المقطع و اقلھا ثلاث آیات'' (سورت آیات قرآنی کے اس مجموعے کو کہتے ہیں جس کی ابتداء اور انتہاء ہو اور اس میں کم سے کم تین آیات ہوں)

سورتوں کی ترتیب

موجودہ وقت میں قرآن کریم کے اندر سورتوں کی جو ترتیب ہے وہ توقیفی ہے یا اجتہاد صحابہ سے ہے؟ (توقیفی اسکو کہتے ہیں کہ جس کو اللہ تعالی نے بتایا ہو بندہ کا اس کے اندر دخل نہ ہو) اس مسئلہ میں علمائے کرام کے چند اقوال ہیں جن کو بالترتیب ذکر کیا جاتا ہے۔

اول: پہلا قول یہ ہے کہ سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے اور یہی راجح ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ رب العزت کی طرف سے بتلایا اسی طریقہ سے آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین سے ترتیب دلایا۔ یہ قول امام ابوبکر الانباری، امام ابوجعفر النحاس، امام کرمانی اور امام طیبی رحمہم اللہ تعالی علیہم اجمعین کا ہے۔

حضرت امام ابوبکر الانباری (محمد بن قاسم بن محمد ابوبکر بن الانباری، بغداد کے

رہنے والے ہیں، صاحب تصانیف کثیرہ ہیں، ۳۲۸ھ میں وفات پائی) فرماتے ہیں:۔

''أنزل الله القرآن كله الى سماء الدنيا ثم فرقه فى بضع و عشرين سنة ، فكانت السور تنزل لامر يحدث ، و الآية جواباً لمستخبر و يوقف جبريل النبى صلى الله عليه وسلم على موضع الآية والسورة''

(اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو آسمان دنیا کی طرف مکمل نازل فرمایا، پھر تھوڑا تھوڑا ۲۳ سالہ مدت میں زمین دنیا کی طرف نازل فرمایا، کسی معاملہ کے درپیش ہونے کے وقت سورت نازل ہوتی اور کسی سوال کرنے والے کے جواب میں آیت نازل ہوتی، اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آیتوں اور سورتوں کے رکھنے کی جگہ بتلاتے)۔

حضرت امام کرمانی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالقاسم برہان الدین محمود بن نصر الکرمانی شافعی المسلک ہیں۔ تاج القراء کے لقب سے ملقب ہوئے۔ آپ کی بہت ساری تصنیفات ہیں، ۵۰۰ھ میں انتقال ہوا) فرماتے ہیں:۔

''ترتيب السور هكذا هو من عند الله فى اللوح المحفوظ على هذا الترتيب وعليه كان صلى الله عليه وسلم يعرض على جبرئيل على سنة ما كان يجتمع عنه منه ، و عرض عليه فى السنة التى توفى فيها مرتين ، وكان آخر الآيات نزولاً ''واتقوا يوماً ترجعون فيه الى الله'' فأمر جبريل ان يضعها بين آيتى الربا و الدَين''

(سورتوں کی اس طرح ترتیب اللہ کے پاس سے ہی ہے جو لوح محفوظ میں ہے اور اسی ترتیب کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال جبرئیل کے اوپر اتنی مقدار پیش فرماتے تھے جو نازل ہو چکی ہوتی اور جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی دو بار پیش فرمایا اور نزول کے اعتبار سے آخری آیت ''واتقوا يوماً ترجعون فيه الى الله'' ہے، جبرئیل ـــ علیہ السلام ـــ نے آپ کو کہا کہ اس آیت کو آیت ربوٰ اور آیت

دین کے درمیان میں رکھیں)

حضرت حسن بن محمد بن عبداللہ الطیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

''أنزل القرآن أولاً جملة واحدة من اللوح المحفوظ الی السماء الدنیا، ثم نزل مفرقاً علی حسب المصالح. ثم أثبت فی المصاحف علی التألیف و النظم والمثبت فی اللوح المحفوظ''

(قرآن مجید اولاً لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل ہوا پھر حسب مصلحت تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا، پھر مصاحف میں اس ترتیب کے مطابق لکھا گیا جو لوح محفوظ میں ہے)۔

حضرت ابوجعفر نحاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''المختار ان تألیف السور علی هذ الترتیب من رسول الله صلی الله علیه وسلم لحدیث واثلة بن الاسقع، ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: ''اعطیت مکان التوراة السبع الطول، و أعطیت مکان الزبور المئین، و أعطیت مکان الانجیل المثانی، و فضلت با لمفصل'' قال النحاس: فهذا الحدیث یدل علی ان تألبف القرآن مأخوذ عن النبی صلی الله علیه وسلم و أنه مؤلف من ذلک الوقت، و انما جمع فی المصحف علی شئ واحد، لأنه قد جاء هذ الحدیث بلفظ رسول الله صلی الله علیه وسلم علی تألیف القرآن''

(نحاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قول مختار یہ ہے کہ سورتوں کی ترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے اس لئے کہ واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تورات کی جگہ سبع طوال کی سورتیں دی گئیں اور زبور کی جگہ مئین اور انجیل کی جگہ مثانی کی سورتیں، اور مفصل کی سورتوں سے مجھے فضیلت عطا کی گئی (یعنی یہ سورتیں ان پر مستزاد عطا ہوئیں) نحاس کہتے ہیں کہ یہ حدیث اسکی دلیل ہے کہ قرآن کی تدوین وترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ

ہے اور آپ کے زمانہ ہی سے قرآن مرتب ومدون ہے اور مصحف میں ایک ہی شے پر جمع کیا گیا کیونکہ تالیف قرآن کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کے ساتھ یہ حدیث منقول ہے)

مفسر قرآن حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

''و مما یدل علی ان ترتیب السور تو قیفی أن الحوامیم رتبت ولاء، و کذالک الطواسین، و لم ترتب المسبحات و لاء بل فصل بین سورها، و فصل بین طسم الشعراء و طسم القصص بطس النمل مع أنها أقصرُ منهما و لو کان الترتیب اجتهادیاً لذکرت المسبحات ولاء و أخرت طس النمل عن القصص''

(اور سورتوں کی ترتیب کے توقیفی ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ حوامیم (یعنی وہ سورتیں جن کے شروع میں حٰم ہے) یکے بعد دیگرے مرتب ہیں اور اسی طرح طواسین بھی (یعنی جن سورتوں کے شروع میں طٰسٓ ہے) اور مسبحات (یعنی وہ سورتیں جن کے شروع میں بسم اللہ یا سبح للہ ہے) ان کی ترتیب یکے بعد دیگرے نہیں ہے بلکہ ان سورتوں کے درمیان فصل ہے، سورۂ شعراء کے طسم اور سورۂ قصص کے طسم کے درمیان سورۂ نمل کی طس کا فصل ہے حالانکہ یہ ان دونوں سے چھوٹی ہے، اسکی ترتیب اجتہادی ہوتی ہے تو مسبحات بھی مسلسل ہوتیں اور نمل کی طس قصص کے بعد ہوتی)۔

قول ثانی: دوسرا قول یہ ہے کہ سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے سوائے دو سورتوں ـــــ انفال اور براءۃ ـــــ کے، یہ دونوں سورتیں سیدنا حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے اجتہاداً ان کی جگہوں پر رکھا۔ اور اس پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے اتفاق کیا۔

امام الحدیث بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان بھی اسی مذہب کی طرف ہے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کی اس روایت سے استدلال کیا ہے:۔

''عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنهما أنه قال: قلت لعثمان،

مـــا حـملكم على ماعمدتم الى ''الانفال '' وهى من المثانى ، و الى ''براء ة''وهى من المئين ، فقرنتم بينهما ، و لم تكتبوا بينهما سطر ''بسم الله الرحمن الرحيم '' ووضعتموها فى السبع الطول ؟فقال عثمان :.

''كان رسول الله صلى الله عليه وسلم تنزل عليه السور ذوات العدد ، فكان اذا نزل عليه الشى دعا بعض من كان يكتب فيقول : ضعوا هؤلاء الآيات فى السور التى يذكر فيها كذا و كذا ، و كانت الانفال من أوائل ما نزل با لمدينة ، و كانت براء ة من آخر القرآن نزولاً ، و كانت قصتها شبيهة بقصتها فظننت أنها منها ، فقبض رسول الله صلى الله عليه وسلم و لم يبين لنا أنها منها ، فمن أجل ذٰلک قرنت بينهما ، لم أكتب بينهما سطر ''بسم الله الرحمن الرحيم '' ووضعتهما فى السبع الطول ''

(حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے عثمان سے کہا کہ آپ نے کس وجہ سے انفال کو مثانی سے ہونے اور براءۃ کو مئین سے ہونے کے باوجود متصل کردیا اوران دونوں سورتوں کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی سطر نہیں لکھی اوران کو سبع طوال کی سورتوں میں رکھا تو عثمان نے کہا:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عدد والی سورتیں نازل ہوتی تھیں اور جب آپ پر آیت نازل ہوتی تو آپ کسی لکھنے والے کو بلاتے اور فرماتے کہ ان آیتوں کو ان سورتوں میں رکھدو جن میں فلاں فلاں مضمون کا ذکر ہے، اور سورۂ انفال مدینہ میں ابتدائی نازل ہونے والی سورتوں میں ہے اور سورۂ براءت نزول کے اعتبار سے قرآن کی آخری سورتوں میں سے ہے اوران دونوں میں سے ہر ایک کا مضمون دوسرے کے مضمون سے مشابہ ہے اس لئے میں نے یہی سمجھا کہ یہ اسی سورت کا حصہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور آپ اس کو بیان نہ فرما پائے تھے اس لئے میں نے دونوں کو متصل کردیا اور درمیان میں بسم اللہ نہیں لکھا اوران دونوں کو سبع طوال میں رکھا)

تعقیب : اس حدیث یہ بات ثابت ہوگئی کہ موجودہ قرآن کریم میں جوترتیب سورۂ انفال اور سورۂ براءۃ کی ہے وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ کا اجتہاد ہے اس لئے کہ انھوں نے اس کی نسبت اپنے طرف کی ہے نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف، لیکن امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں اس حدیث کے بارے میں فرمایا ہے کہ'' انہ حسن غریب لا نعرفہ الامن حدیث عوف عن یزید الفارسی عن ابن عباس و قد سئل یحییٰ بن معین عن یزید الفارسی فقال: لا أعرفه '' (یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم اس حدیث کوعوف عن یزید الفارسی عن ابن عباس ہی کے طریق سے جانتے ہیں۔ یحیٰ بن معین عن یزید فارسی سے پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: میں اس کونہیں جانتا) امام ترمذی کا یہ قول اس حدیث کوبطور دلیل پیش کرنے میں ضعف پیدا کررہا ہے۔

قول ثالث: تیسرا قول یہ ہے کہ سورتوں کی ترتیب حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے اجتہاد سے ہے، اس قول کے قائلین میں حضرت امام مالک بن انس، حضرت ابی بکر الباقلانی، حضرت ابوالحسین احمد بن فارس رحمہم اللہ تعالی علیہم وغیرہ ہیں۔ یہ حضرات اپنے دعوی کی یہ دلیل پیش فرماتے ہیں کہ صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے جومصاحف تھے وہ سورتوں کی ترتیب میں مختلف تھے، مثلاً:۔

۱ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مصحف ہے کہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اسی کے حساب سے انھوں نے سورتوں کی ترتیب دی۔ ان کے مصحف میں سب سے پہلی سورت سورۂ علق ہے پھر سورۂ مدثر ہے، پھر سورۂ ن ہے، پھر سورۂ مزمل ہے، پھر سورۂ تبت یدا ہے، پھر سورۂ تکویر ہے اور اسی طرح مکی سورتوں کے آخر تک پھر مدنی سورتیں حسب ترتیب نزول ہیں۔

۲ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کا مصحف اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالی علیہ کا مصحف یہ دونوں حضرات سورۂ بقرہ سے شروع کرتے ہیں پھر سورۂ نساء ہے پھر سورۂ آل عمران ہے، پھر سورۂ انعام ہے، پھر سورۂ اعراف ہے، پھر سورۂ مائدہ

ہے اوراسی طرح ترتیب دیا گیا ہے۔

تو اگر سورتوں کی ترتیب توقیفی ہوتی تو ان مصاحف میں اختلاف نہ ہوتا۔

تعقیب: یہ اقوال جو اوپر پیش کئے گئے ہیں یہ تین وجہ سے قابل قبول نہیں ہیں۔

اول: پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ مذکورہ مصاحف مصاحف عثمانی کی ترتیب سے پہلے کے ہیں اور آخری بار قرآن کریم کا مرتب ہونا جس پر قرآن کریم موجود ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مقتضی کے موافق ہے۔

ثانی: جو دلائل گذشتہ صفحات میں مذکور ہوئے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سورتوں کی ترتیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تھا۔

ثالث: تیسری وجہ یہ ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ جن کی طرف خلیفہ ثالث امیر المومنین سیدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ نے نسبت کی ہے وہ اس شوریٰ کے جس کی نگرانی میں مصاحف کی کتابت ہو رہی تھی امیر تھے، اور انھوں نے مصحفوں کی کتابت کی سرپرستی کی۔ یہ کاتبان وحی میں سے ہیں اور قرآن کریم کے آخری بار ترتیب میں موجود تھے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سورتوں کی ترتیب جانتے تھے، اس لئے ناگزیر ہے کہ ان کی یہ ترتیب اس ترتیب کے مطابق ہو جو انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی تھی۔

اس کے صحیح ہونے کی ایک دلیل اجماع صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین بھی ہے جس کام کو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ اور ان کے رفقاء نے انجام دیا، اس پر سبھی حضرات صحابہ نے اتفاق فرمایا۔

ثانی: قرآن مجید کی سورتوں میں تقسیم کرنے کی حکمت

حضرت امازرکشی رحمۃ اللہ علیہ (امام بدرالدین محمد بن عبداللہ بن بہادر الزرکشی علماء اثبات میں سے ہیں، فقہ، حدیث، تفسیر اور اصول دین کے بڑے عالم ہیں، قاہرہ میں ۷۴۵ھ میں پیدا ہوئے) فرماتے ہیں:۔

''الحکمة فی تسوير القرآن سوراً تحقيق لكون السورة

بمجردها معجزة و آية من آيات الله تعالى و سورت السور طوالاً و قصارا و أوساطاً تنبيها لى أن الطوال ليس من شرط الاعجاز .

فهذه سورة الكوثر ثلاث آيات وهى معجزة اعجاز سورة البقرة ثم ظهرت لذلک حكمة فى التعليم ، والتدرج من السور القصار الى الاوساط ثم الى الطوال ، تيسيرا من الله تعالى على عباده فى حفظ كتابه ، ومدارسته فنرى الطفل يفرح باتمام السور فرح من يحصل على شئى نفيس ، و كذالک المطيل فى التلاوة يرتاح عند ختم كل سورة ارتياح المسافر الى قطع المراحل المسماة مرحلة بعد مرحله اخرىٰ. هذا الى ان لكل سورة نمطاً مستقلاً فسورة يوسف تترجم عن قصته وسورة براءة تترجم عن أحوال المنافقين ، وكامن أسرارهم وغير ذٰلک "

(قرآن مجید کو سورتوں کی شکل میں کرنے میں یہ حکمت ہے کہ یہ امر ثابت ہو جائے کہ ہر سورت مستقل طور پر معجزہ اور اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور سورتوں کو لمبی، چھوٹی اور درمیانی اس بات پر آگاہ کرنے کے لئے نازل فرمایا کہ لمبی ہونا معجزہ ہونے کی شرط نہیں ہے۔

دیکھو سورۂ کوثر تین آیت کی ہے اور یہ بھی اسی طرح معجزہ ہے جس طرح سورۂ بقرہ معجزہ ہے۔ پھر اس میں یہ حکمت بھی ظاہر ہوئی کہ اس سے تعلیم میں سہولت ہوتی ہے اور درجہ بدرجہ چھوٹی سورتوں سے درمیانی سورتوں اور پھر لمبی سورتوں کی طرف ترقی ہو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی کتاب کے حفظ کرنے کے لئے اپنے بندوں کی آسانی کی خاطر ہے، چنانچہ ہم بچہ کو دیکھتے ہیں کہ وہ سورتوں کو ختم کرنے کے بعد اس شخص کی طرح خوش ہوتا ہے جس کو کوئی عمدہ قیمتی چیز مل گئی ہو، اسی طرح جو شخص زیادہ تلاوت کرتا ہے وہ بھی ہر سورت کے ختم کرنے پر اس مسافر کی طرح خوشی محسوس کرتا ہے جو سفر کی منزلوں میں ہر منزل کے طے ہونے پر خوشی محسوس کرتا ہے، مزید براں ہر سورت کا ایک مستقل

طرز اور اسلوب ہے، سورۂ یوسف حضرت یوسف ـــــ علیہ السلام ـــــ کا قصہ بیان کرتی ہے تو سورۂ براءت منافقین کے حالات اور ان کے پوشیدہ رازوں سے پردہ ہٹاتی ہے وغیر ذلک)۔

حضرت امام زمخشری رحمۃ اللہ علیہ قرآن کریم کو سورتوں میں تقسیم کرنے کے فوائد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''من فوائد تفصيل القرآن و تقطيعه سوراً ما يلي: ان الجنس اذا انطوت تحته انواع و اصناف كان أحسن و أفخم من أن يكون بابا واحداً و منها أن القارئ اذا ختم سورة ثم أخذ فى أخرى كان ذٰلك أنشط له و أبعث على التحصيل منه لو استمرت على الكتاب بطوله''

(قرآن مجید کو مختلف سورتوں میں نازل کرنے کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ جب کسی جنس کے تحت کئی انواع اور اصناف ہوں تو اس کا کئی حصوں میں ہونا ایک باب میں ہونے کی بہ نسبت زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ اور ایک فائدہ یہ ہے کہ قراءت کرنے والا جب ایک سورت ختم کر کے دوسری سورت شروع کرتا ہے تو یہ زیادہ نشاط اور چستی کا سبب اور اس کو مزید حاصل کرنے کا باعث ہوتا ہے اگرچہ اسی طرح مسلسل پوری کتاب کی قراءت کر ڈالے)

ثالث: سورتوں کے نام توقیفی ہیں

جمہور علماء کرام کی رائے یہ ہے کہ قرآن کریم کی تمام سورتوں کے نام توقیفی ہیں اسلئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر سورت کے لئے ایک خاص نام بتایا ہے بعض احادیث شریفہ سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

''من قرأ هاتين الآيتين من آخر سورة البقرة فى ليلة كفتاه''

(جو شخص رات میں سورۂ بقرۃ کی ان آخری دو آیتوں کو پڑھے یہ دونوں آتیں اس کو کافی ہوں گی)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

''اقرؤا الزهراوين البقرة و آل عمران فانهما تأتيان يوم القيامة كأنهما غمامتان تحاجان عن أصحابهما''

(دو روشن ستاروں یعنی سورۂ بقرہ اور آل عمران کو پڑھا کرو اس لئے کہ یہ دونوں قیامت کے دن اس طرح آئیں گی گویا دو بادل ہوں اور اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑیں گی۔ (یعنی بارگاہ الٰہی میں اس کی سفارشی ہوں گی)

اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

من حفظ عشر آيات من اول سورة الكهف عصم من الدجال''

(جو شخص سورۂ کہف کی شروع کے دس آیات یاد کرلے وہ دجال کے فتنہ سے بچ گیا)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:۔

''كان النبى صلى الله عليه وسلم لا ينام حتى يقرأ الزمر ، وبنى اسرائيل''

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک سورۂ زمر اور سورۂ بنی اسرائیل نہیں پڑھ لیتے تھے اس وقت تک سوتے نہ تھے)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

''من قرأ الدخان فى ليلة الجمعة غفر له'' (جس شخص نے جمعہ کی رات میں سورۂ دخان پڑھ لیا اسکی مغفرت کردی جائے گی)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

''من قرأ سورة الواقعه كل ليلة لم تصبه فاقة أبداً'' (جو شخص سورۂ واقعہ کو ہر رات پڑھے اس کے اوپر کبھی فاقہ نہیں آئے گا)۔

نوٹ: قرآن کریم کی سورتوں کے نام کی دو قسمیں ہیں:۔

ا پہلی قسم وہ سورتیں جن کے ایک ہی نام ہیں اور سورتوں کے ناموں کی یہ قسم راجح قول کی بناء پر توقیفی ہے، ایسی سورتیں چوہتر ہیں جو یہ ہیں:۔

۱	سورۂ نساء	۲	سورۂ انعام
۳	سورۂ اعراف	۴	سورۂ یونس
۵	سورۂ ہود	۶	سورۂ یوسف
۷	سورۂ رعد	۸	سورۂ ابراہیم
۹	سورۂ حجر	۱۰	سورۂ مریم
۱۱	سورۂ انبیاء	۱۲	سورۂ حج
۱۳	سورۂ مومنون	۱۴	سورۂ نور
۱۵	سورۂ فرقان	۱۶	سورۂ قصص
۱۷	سورۂ عنکبوت	۱۸	سورۂ روم
۱۹	سورۂ لقمان	۲۰	سورۂ احزاب
۲۱	سورۂ سبا	۲۲	سورۂ صافات
۲۳	سورۂ صٓ	۲۴	سورۂ شوری
۲۵	سورۂ زخرف	۲۶	سورۂ دخان
۲۷	سورۂ احقاف	۲۸	سورۂ فتح
۲۹	سورۂ حجرات	۳۰	سورۂ ذاریات
۳۱	سورۂ طور	۳۲	سورۂ نجم
۳۳	سورۂ واقعہ	۳۴	سورۂ حدید
۳۵	سورۂ جمعہ	۳۶	سورۂ منافقون
۳۷	سورۂ قلم	۳۸	سورۂ حاقہ
۳۹	سورۂ نوح	۴۰	سورۂ جن
۴۱	سورۂ مزمل	۴۲	سورۂ مدثر
۴۳	سورۂ قیامۃ	۴۴	سورۂ انسان
۴۵	سورۂ مرسلات	۴۶	سورۂ نازعات

۴۷	سورۂ عبس	۴۸	سورۂ تکویر
۴۹	سورۂ انفطار	۵۰	سورۂ مطففین
۵۱	سورۂ انشقاق	۵۲	سورۂ بروج
۵۳	سورۂ طارق	۵۴	سورۂ اعلیٰ
۵۵	سورۂ غاشیۃ	۵۶	سورۂ فجر
۵۷	سورۂ بلد	۵۸	سورۂ شمس
۵۹	سورۂ لیل	۶۰	سورۂ ضحیٰ
۶۱	سورۂ الم نشرح	۶۲	سورۂ تین
۶۳	سورۂ علق	۶۴	سورۂ قدر
۶۵	سورۂ بینہ	۶۶	سورۂ زلزلۃ
۶۷	سورۂ عادیات	۶۸	سورۂ قارعۃ
۶۹	سورۂ تکاثر	۷۰	سورۂ عصر
۷۱	سورۂ ہمزہ	۷۲	سورۂ فیل
۷۳	سورۂ قریش	۷۴	سورۂ کوثر

۲ دوسری قسم وہ سورتیں ہیں جن کے ایک سے زائد نام ہیں اس وقت اس میں بعض نام توقیفی ہوں گے اور بعض غیر توقیفی ۔ ان سورتوں کی تعداد چالیس ہے جو یہ ہیں۔

۱	سورۂ فاتحہ	۲	سورۂ ق
۳	سورۂ آل عمران	۴	سورۂ مائدہ
۵	سورۂ اَنفال	۶	سورۂ براءۃ
۷	سورۂ نحل	۸	سورۂ اسراء
۹	سورۂ کہف	۱۰	سورۂ طٰہٰ
۱۱	سورۂ شعراء	۱۲	سورۂ نمل

۱۳	سورۂ سجدہ	۱۴	سورۂ فاطر
۱۵	سورۂ یٰس	۱۶	سورۂ زمر
۱۷	سورۂ غافر	۱۸	سورۂ فصلت
۱۹	سورۂ جاثیہ	۲۰	سورۂ محمد ﷺ
۲۱	سورۂ ق	۲۲	سورۂ اقتربت الساعۃ
۲۳	سورۂ رحمٰن	۲۴	سورۂ مجادلہ
۲۵	سورۂ حشر	۲۶	سورۂ ممتحنہ
۲۷	سورۂ صف	۲۸	سورۂ طلاق
۲۹	سورۂ تحریم	۳۰	سورۂ ملک
۳۱	سورۂ سأل	۳۲	سورۂ نبا
۳۳	سورۂ لم یکن	۳۴	سورۂ ماعون
۳۵	سورۂ کافرون	۳۶	سورۂ نصر
۳۷	سورۂ تبت	۳۸	سورۂ اخلاص
۳۹	سورۂ فلق	۴۰	سورۂ ناس

ان سورتوں کی تفصیلات جن کے ایک سے زائد نام ہیں

۱ پہلا سورۃ الفاتحہ :۔

اس سورت کے بہت سے اسماء وارد ہوئے ہیں، جس کی تعداد مفسر قرآن حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے پندرہ بتائی ہے مگر ہم یہاں پر انہیں ناموں کو ذکر کریں گے جو راجح ہیں :۔

۱ ام القرآن

۲ فاتحۃ الکتاب

۳ سبع المثانی

ابن جریر طبری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:۔

''ھی ام القرآن ، وھی الفاتحة وھی السبع المثانی''

سورۂ فاتحہ کا نام ''فاتحہ'' رکھنا اس وجہ سے ہے کہ اسی سے مصحف یعنی قرآن کریم کی ابتداء اور شروعات ہوتی ہے اور اسی سے کھلتی ہے۔ تعلیم کا آغاز یہیں سے ہوتا ہے، نماز میں قرأت یہیں سے شروع ہوتی ہے۔

حضرت ماوردی رحمۃ اللہ علیہ (علی بن محمد بن حبیب ابوالحسن الماوردی، ج... شافعیہ کے بڑے فقیہ ہیں، ان کی بہت ساری تصنیفات ہیں ان کی تصنیفات ... ان کی تفسیر ''العیون و النکت'' ہے جو تفسیر ماوردی کے نام سے معروف ... ہیں:۔

''سمیت بذلک لتقدمها و تأخر سواها تبعاً لها ... تقدمته و لهذا یقال لرایة الحرب ''ام'' لتقدمها ، و ... کما یقال : ''لمکة'' ''أم القری'' لتقدمها علی سائر ال...

(اس کا یہ نام اسلئے رکھا گیا کہ وہ سب سے پہلے ... اس کے تابع ہیں اس لئے کہ وہ ان سے پہلے ہے اور اسی ... جاتا ہے کیونکہ وہ آگے ہوتا ہے اور لشکر اس کے پیچھے ہ... کہا جاتا ہے کہ وہ دوسری بستیوں سے پہلے وجود میں ...

۴ القرآن العظیم

۵ السبع المثانی

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حض... ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ا...

''ھی ام القرآن ، و...

سورۂ فاتحہ کا نام قرآ...

اصول معانی بیان کئے گئے ہیں جو قرآن کریم میں موجود ہیں۔ اور اس میں سات آیات ہیں اور بعضوں نے فرمایا ہے کہ اس میں سات آداب ہیں ہر آیت ایک مستقل ادب ہے۔

اور سورۂ فاتحہ کا نام ''مثانی'' رکھنے میں یہ احتمال بھی ہے کہ یہ ثناء سے مشتق ہو کیونکہ اس میں اللہ تعالی کی تعریف اور ثناء ہے، اور ہو سکتا ہے کہ یہ تثنیہ سے مشتق ہو **لانها تثنى فى كل ركعة** (اس لئے کہ یہ ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہے)

ان اقوال میں سے وہ قول قوی ہے جسکو ابن جریر طبری نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: ''**السبع المثانى فاتحة الكتاب تثنى فى كل ركعة**'' (سبع مثانی سورۂ فاتحہ ہے ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہے)

اور ایک وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ چونکہ یہ دو مرتبہ نازل ہوئی ہے ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں اور دوسری مرتبہ مدینہ منورہ میں، اس لئے اس کو مثانی کہتے ہیں۔

اور ایک وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ اس میں دو قسم کے مضامین ہیں ایک دعا، اور دوسرا ثناء، اس لئے اس کو مثانی کہتے ہیں۔

اور ایک وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ:۔

''**لأنهما كلما قرأ العبد منها آية ثناه الله با لاخبار عن فعله كما فى الحديث**'' (اس لئے کہ جب بندہ اس کی کوئی آیت پڑھتا ہے تو اللہ تعالی اس کے فعل کی خبر دے کر اس کو دہرا دیتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے)

مندرجہ بالا پانچوں اسماء توقیفی ہیں۔

سورۂ فاتحہ کے کچھ اسماء غیر توقیفی ہیں، اور وہ یہ ہیں:۔

۱ وافیہ: حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سورۂ فاتحہ کو اس نام سے موسوم کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ سورت قرآن کریم کے تمام معانی کو شامل اور کافی ہے۔

امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ (احمد بن محمد بن ابراہیم ابو اسحاق الثعلبی النیساپوری۔ تفسیر کے بڑے عالم ہیں انکی متعدد تصنیفات ہیں، ان کی تفسیر بھی ہے جو ''الکشف و

البیان فی تفسیر القرآن '' کے نام سے جانی جاتی ہے) اس کے بارے میں فرما
ہیں کہ :۔

''سمیت الوافیة لانها لا تقبل التنصیف فان کل سورة
القرآن لو قرئ نصفها فی الرکعة من الصلاة ، والنصف الثانی
الرکعة الثانیة لجاز و هذا بخلاف سورة الفاتحة لأنه لا یجوز ذلک''

(اس کا نام وافیہ اس لئے ہے کہ یہ تنصیف نہیں قبول کرتی اس لئے کہ قرآن
کسی بھی سورت کو اگر آدھا ایک رکعت میں اور دوسرے آدھے کو دوسری رکعت میں پڑ
جائے تو جائز ہے برخلاف سورۂ فاتحہ کے کہ اس میں یہ نہیں جائز ہے)

٢ الکافیہ: قد سمیت بذلک أنها تکفی فی الصلاة ع
غیرها ، ولا یکفی غیرها عنها (یہ نام اس لئے ہے کہ یہ نماز میں تنہا کافی ہے
کوئی دوسری سورت ایسی نہیں ہے)۔

٣ المناجاة: یہ نام اس سبب سے ہے کہ بندہ اس میں اپنے رب
مناجات کرتا ہے اپنے قول ''ایاک نعبد و ایک نستعین '' (ہم تیری ہی عبا
کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں) کے ذریعہ۔

٤ الدعاء: یہ اس وجہ سے ہے کہ اس میں دعاء بھی شامل ہے ''اھ
الصراط المستقیم '' (ہم کو سیدھا راستہ دکھلا)

٥ التفویض: یہ اس سبب سے ہے کہ بندہ اپنے معاملات اللہ تعالیٰ
سپرد کر دیتا ہے، ساری عبادتیں اللہ جل شانہ کے لئے ہیں اور عبادت خالص اللہ تعالیٰ
لئے ہے نہ کہ اس کے علاوہ کسی اور کے لئے ''ایاک نعبد و ایاک نستعین ''
تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں)۔

٢ دوسرا سورۃ البقرۃ:۔

اس کے بھی متعدد اسماء ذکر کئے گئے ہیں:۔

١ البقرۃ: سورۃ البقرہ کا نام اس لئے بقرۃ ہے کہ اس میں گا

واقعہ ہے۔اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:۔

''و اذ قال موسیٰ لقومه ان الله يأمركم أن تذبحوا بقرة'' (اور جب کہا موسی نے اپنی قوم سے کہ بیشک اللہ تم کو حکم دیتا ہے ایک گائے ذبح کرنے کا)۔

۲ سنام القرآن: سورۃ البقرہ کو سنام اس لئے کہتے ہیں کہ سنام ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو بلند ہو، بڑا ہو، اعلیٰ ہو، اور اس اعتبار سے سورۃ البقرہ قرآن کریم کی تمام سورتوں میں سب سے زیادہ لمبی ہے جس میں توحید، عقائد اور شریعت کے احکام اور اسلامی آداب کا بیان بکثرت ہے۔

یہ دونوں اسماء توقیفی ہیں، اس کے علاوہ جو اسماء ہیں وہ غیر توقیفی ہیں اور وہ یہ ہیں:۔

۱ فسطاط القرآن: حضرت خالد بن معدان الکلاعی اسکو ''فسطاط القرآن'' کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔اس کے بڑا ہونے کیوجہ سے اور اس وجہ سے کہ اس میں ایسے ایسے احکام بیان کئے گئے ہیں جو کہیں اور نہیں بیان کئے گئے ہیں۔

۳ تیسرا سورۃ آل عمران:

اس کے دو نام ہیں اور دونوں توقیفی ہیں:۔

۱ آل عمران: حضرت سعید بن منصور نے اپنی مسند میں حضرت ابی أعطاف عمران بن عطاف سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: ''اسم آل عمران فی التوراة طيبة'' (توریت میں آل عمران کا نام طیبہ ہے)۔

۲ الزہراء: صحیح مسلم میں سورۂ آل عمران اور سورۂ بقرة کو ''الزہراوین'' کے نام سے موسوم کیا ہے۔

۴ چوتھا سورۃ المائدۃ:۔

اسکے چند نام ہیں:۔

۱ مائدہ: اس کا نام مائدہ اس لئے ہو گیا ہے کہ اس میں مائدہ یعنی دستر خوان کا قصہ مذکور ہے۔اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:۔

''قال عيسى ابن مريم اللهم ربنا أنزل علينا مائدة من السما
تكون لنا عيداً لا ولنا و آخرنا و آية منک ، وارزقنا و انت خير
الرازقين،قال الله انی منزلها عليكم فمن يكفر بعد منكم فانی اعذبه
عذاباً لا اعذبه أحداً من العالمين''

(کہا عیسیٰ مریم کے بیٹے نے اے اللہ رب ہمارے اتار ہم پر خوان بھرا ہوا
آسمان سے کہ وہ دن عید رہے ہماری پہلوں اور پچھلوں کے واسطے اور نشانی ہو تیری
طرف سے، اور روزی دے ہم کو اور تو ہی سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ کہا اللہ نے
میں بیشک اتاروں گا وہ خوان تم پر پھر جو کوئی تم میں ناشکری کرے گا اس کے بعد تو میں اس
کو وہ عذاب دوں گا جو کسی کو نہ دوں گا جہاں میں)۔

۲ العقود: یہ نام اللہ تعالیٰ کا شروع ہی سورت میں ''یا ایها الذین
آمنوا أوفوا با لعقود'' کہنے کی وجہ سے ہوگیا۔

یہ دونوں نام توقیفی ہیں اور مندرجہ ذیل اسماء غیر توقیفی ہیں:۔

۱ المنقذة: یہ اس سبب سے ہے کہ جو اللہ کے احکام نافذ کر لیتا ہے
جس کے نافذ نہ کرنے میں جہنم کا عذاب ہے تو وہ عذاب سے سلامتی اور امن میں آجاتا
ہے۔

۵ پانچواں سورۃ الانفال:

اس کا نام انفال اس لئے ہے کہ اس میں انفال (مال غنیمت) کا حکم بیان کیا
گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''واعلموا أنما غنمتم من شئ فان لله خمسه''
(اور جان رکھو کہ جو کچھ تم کو غنیمت ملے کسی چیز سے سو اللہ کے واسطے ہے اس
میں سے پانچواں حصہ)۔

یہ نام توقیفی ہے اور غیر توقیفی یہ ہیں:۔

۱ بدر: حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے
انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عباس سے کہا ''سورة الانفال ، فقال

تلک سورۃ بدر ''(میں نے ان سے کہا کہ سورۃ انفال، تو انھوں نے فرمایا کہ وہ سورۂ بدر ہے)۔

اس کا نام سورۂ بدر اس لئے پڑ گیا کہ اسمیں غزوۂ بدر کا واقعہ مذکور ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے''و اذیعد کم اللہ احدی الطا ئفتین أنھا لکم و تودون ان غیر ذات الشوکۃ و تکون لکم و یرید اللہ ان یحق الحق بکلمتہ ویقطع دابر الکافرین ،لیحق الحق و یبطل الباطل ولو کرہ المجرمون''

(اور جس وقت تم سے وعدہ کرتا تھا اللہ دو جماعتوں میں سے ایک کا کہ وہ تمہارے ہاتھ لگے گی اور تم چاہتے تھے کہ جس میں کانٹا نہ لگے وہ تم کو ملے اور اللہ چاہتا تھا کہ سچا کر دے سچ کو اپنے کلاموں سے اور کاٹ ڈالے جڑ کافروں کی، تا کہ سچا کرے سچ کو اور جھوٹا کر دے جھوٹ کو اور اگر چہ ناراض ہوں گنہگار)۔

٦ چھٹا سورۂ براءۃ:

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:۔

''ما فرغ من تنزیل براء ۃ حتی ظننا أنہ لا یبقی منا احد الا سینزل فیہ''

(سورۂ براءت کا نزول جب تک مکمل نہیں ہو گیا ہم یہی گمان کرتے رہے کہ ہم میں سے کوئی باقی نہ رہے گا جس کے بارے میں وہ نازل نہ ہو)

یہ نام توقیفی ہیں اور غیر توقیفی یہ ہیں:۔

١ توبہ: اللہ تعالیٰ کے ارشاد''لقد تاب اللّٰہ علی النبی'' فرمانے کی وجہ سے۔

٢ الفاضحہ: بخاری نے حضرت سعد بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ سورۂ توبہ؟ تو ابن عباس نے فرمایا''التوبۃ ھی (الفاضحۃ) مازالت تنزل ، و

منهم ، و منهم ''حتی ظننا الا یبقی احد منا الا ذکر فیها''

(سورۃ توبہ ہی ''فاضحہ'' (یعنی رسوا کرنے والی ہے) جس وقت نازل ہوتی رہی اوپر یہ رہا کہ ''اوران میں سے اوران میں سے ایسے ایسے لوگ ہیں'' یہاں تک کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ ہم میں سے کوئی باقی نہ بچے گا جس کا ذکر نہ آجائے)

٣ المثیرۃ: حضرت قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں یہی وہ سورت ہے جس کو ''مثیرہ'' کہا جاتا ہے ''قال : کانت هذه السورة یقال لها ''المثیرۃ'' و ذلک لانها أثارت و کشفت عن مثالب المنافقین و عوراتهم'' (کیونکہ اس نے منافقین کے عیوب اور برائیوں کو فاش اور طشت از بام کردیا)

٧ ساتواں سورۃ النحل:

اس کا نام نحل اسلئے واقع ہوا کہ اس میں نحل (شہد کی مکھی) کے بارے میں کچھ باتیں مذکور ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:۔

''واوحیٰ ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتاً و من الشجر مما یعرشون ، ثم کلی من کل الثمرات فاسلکی سبل ربک ذللا ، یخرج من بطونها شراب مختلف الوانه فیه شفاء للناس ان فی ذلک لآیة لقوم یتفکرون''

(اور حکم دیا تیرے رب نے شہد کی مکھی کو کہ بنالے پہاڑوں میں گھر اور درختوں میں اور جہاں ٹٹیاں باندھتے ہیں، پھر کھا ہر طرح کے میووں سے پھر چل راہوں میں اپنے رب کی نکلتی ہے ان کے پیٹ میں سے پینے کی چیز جس کے مختلف رنگ ہیں اس میں مرض اچھے ہوتے ہیں لوگوں کے اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو دھیان کرتے ہیں)

اس سورت کا یہ نام توقیفی ہے اور غیر توقیفی نام یہ ہے:۔

١ النعم: حضرت قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں ''تسمی

سورة (النعم) و ذلک لما عده الله فیھا من النعم علی عبادہ ''(اس لئے کہ اللہ تعالی نے اسمیں اپنی نعمتیں شمار کرائی ہیں جو اس نے اپنے بندوں کو دی ہیں)

٨ آٹھواں سورۂ اسراء:

اس کا یہ نام اس لئے ہو گیا کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی خبر اور اس واقعہ کا ذکر ہے، اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں: ''سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا'' (پاک ذات ہے جو لے گیا اپنے بندہ کو راتوں رات)

یہ نام توقیفی ہے اور غیر توقیفی یہ ہے:۔

١ سورۃ بنی اسرائیل: اس کو سورہ بنی اسرائیل اس لئے کہنے لگے کہ اس میں بنی اسرائیل کے کچھ واقعات کے مذکور ہیں۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:۔

''و قضینآ الی بنی اسرائیل فی الکتٰب'' (اور صاف کہہ سنایا ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں)

٩ نواں سورۃ الکھف:۔

اس میں غار والوں کا قصہ مذکور ہونے کی وجہ سے اس کا نام کہف ہو گیا، اللہ تعالی فرماتے ہیں: ''فأووا الی الکھف ینشرلکم ربکم من رحمته'' (تو اب جا بیٹھو اس کھوہ میں پھیلا دے تم پر رب تمہارا کچھ اپنی رحمت سے)

یہ نام توقیفی ہے اور غیر توقیفی نام یہ ہے:۔

١ اصحاب الکھف: اس وجہ سے کہ اصحاب الکھف کا قصہ اس کے اندر ذکر کیا گیا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''ام حسبت ان اصحب الکھف'' (کیا تو خیال کرتا ہے کہ غار کے رہنے والے)

١٠ دسواں سورۂ طٰہٰ:۔

اس سورت کو لفظ طٰہٰ سے شروع ہونے کی وجہ سے سورت ہی کا نام طٰہٰ پڑ گیا، یہ نام توقیفی ہے اور غیر توقیفی نام یہ ہے:۔

١ سورۃ الکلیم: حضرت موسی علیہ السلام کا اللہ تعالی سے گفتگو فرمانے کا

ذکراس سورت میں ہے اس کی وجہ سے اس کوسورۃ الکلیم بھی کہتے ہیں ۔اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:''و ھل اتاک حدیث مو سی'' (اور پہنچی ہے تجھ کو بات موسیٰ کی)

۱۱ گیارہواں سورۃ الشعراء:۔

اس سورت میں لفظ شعراء آنے کی وجہ سے سورۃ الشعراء کے نام سے موسوم ہو گئی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:''و الشعرآء یتبعھم الغاؤن'' (اور شاعروں کی بات پر چلیں وہی جو بے راہ ہیں)

یہ نام توقیفی ہے اور غیر توقیفی نام یہ ہے:۔

۱ سورۃ الجامعۃ: اس سورت میں امم سابقہ کی خبریں اور ان کے حالات کا تذکرہ ہے اس لئے اس کو جامعہ کہنے لگے۔

۱۲ بارہواں سورۃ النحل:۔

اس سورت میں چیونٹی کا واقعہ ذکر ہونے کیوجہ سے اس کا نام نمل پڑ گیا، کیونکہ نمل عربی زبان میں چیونٹی کو کہتے ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:''حتی اذا اتوا علیٰ وادالنمل ، قالت نملة'' (یہاں تک کہ جب پہنچے چیونٹیوں کے میدان پر، کہا ایک چیونٹی نے)

یہ نام توقیفی ہے اور اس کا غیر توقیفی نام یہ ہے:۔

۱ سورۃ سلیمان: اس کو سورۃ سلیمان اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے ایک جلیل القدر نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کا تذکرہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:''و حُشر لِسُلَیمان جنودہ من الجن و الانس و الطیر'' (اور جمع کیے گئے سلیمان کے پاس اس کے لشکری جن اور انسان اور اڑتے جانور)

۱۳ تیرہواں سورۂ سجدہ:۔

اس سورت میں لفظ''سجدۃ'' آنے کی وجہ سے اس کو سورۂ سجدہ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے''انما یؤمن بآیتنا الذین اذا ذکروا بھا خروا سجداً''

(ہماری باتوں کو وہی مانتے ہیں کہ جب ان کو سمجھائے ان سے گر پڑیں سجدہ

کرتے ہوئے)

یہ نام توقیفی ہے اور غیر توقیفی نام یہ ہے:۔

۱ سورۃ المضاجع: لفظ ''مضاجع'' آنے کی وجہ سے اس کو سورۃ مضاجع بھی کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''تتجافیٰ جنوبھم عن المضاجع'' (جدا جدا رہتی ہیں ان کی کروٹیں اپنے سونے کی جگہ سے)

۱۴ چودھواں سورۂ فاطر:۔

لفظ ''فاطر'' کا کلام مجید میں وارد ہونے کی وجہ سے سورۂ فاطر کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''الحمد للہ فاطر السمٰوٰت والارض'' (تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے)

یہ نام توقیفی ہے اور اس کا غیر توقیفی نام یہ ہے:۔

۱ سورۃ الملائکۃ: اس سورت میں ملائکہ کے بعض صفات کا تذکرہ ہونے کی وجہ سے اس کو سورۃ الملائکۃ بھی کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھیں ''جاعل الملائکۃ رسلا اولی اجنحۃ مثنی و ثلاث و رباع'' (جس نے ٹھہرایا فرشتوں کو پیغام لانے والا جن کے پر ہیں دو دو اور تین تین اور چار چار)

۱۵ پندرہواں سورۂ یٰس:۔

اس سورت کا نام اسی لفظ سے شروع ہونے کی وجہ سے یٰس ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ملاحظہ ہو: ''یٰس، والقرآن الحکیم'' (یٰس، قسم ہے قرآن با حکمت کی)

۱ قلب القرآن: ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام قلب القرآن رکھا۔

یہ دونوں نام توقیفی ہیں اور غیر توقیفی نام یہ ہیں:۔

۱ الدافعۃ:

۲ القاضیۃ:

(ذلک لانھا تدفع عن الذی یعمل بما جاء فیھا من تعالیم و

أحکام و آداب کل سوء تسبب فی قضاء اللّٰہ تعالی لصاحبھا حاجتہ)
(یہ اسلئے کہ وہ اس شخص سے ہر برائی کو دفع کرتی ہے جو اس میں آئی ہوئی تعلیمات، احکام اور آداب پر عمل کرے)۔

١٦ سولہواں سورۂ زمر:۔

اس لفظ کے اس سورت میں آنے کی وجہ سے اس کو سورۂ زمر کہتے ہیں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''و سیق الذین اتقوا ربھم الی الجنة زمراً'' (اور ہانکے جائیں گے وہ لوگ جو ڈرتے رہے تھے اپنے رب سے جنت کو گروہ گروہ) یہ نام توقیفی ہے اور اس کا غیر توقیفی نام یہ ہے:۔

١ الغرف: یہ لفظ بھی اسی سورت میں وارد ہوا ہے جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ''لکن الذین اتقوا ربھم لھم غرف من فوقھا غرف مبنیة تجری من تحتھا الانھر'' (لیکن جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے ان کے واسطے ہیں جھروکے ان کے اوپر اور جھروکے چنے ہوئے ان کے نیچے بہتی ہیں ندیاں)

١٧ سترہواں سورۂ غافر:۔

لفظ غافر کے اس سورت میں آنے کی وجہ سے اس کا نام ہوا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''غافر الذنب و قابل التوب شدید العقاب ذی الطول'' (گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا سخت عذاب دینے والا مقدور والا)

یہ نام توقیفی ہے اور غیر توقیفی نام یہ ہے:۔

١ الطّول: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''شدید العقاب ذی الطول''

٢ المومن: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''وقال رجل مومن''

١٨ اٹھارہواں سورۂ فصلت:۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''کتاب فصلت آیاتہ'' یہ نام توقیفی ہے اور اسکا غیر توقیفی نام یہ ہے:۔

۱ السجدۃ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لا تسجدو للشمس و لا للقمر و اسجدو اللہ الذی خلقھن''

۱۹ انیسواں سورۂ جاثیہ:۔

بوجہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد'' وتری کل امۃ جاثیۃ '' یہ نام توقیفی ہے اور اس کا غیر توقیفی نام یہ ہے:۔

۱ سورۃ الشریعۃ: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:''ثم جعلناک علی شریعۃ من الامر فاتبعھا''

۲۰ بیسواں سورۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم:۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:''والذین آمنوا و عملوا الصالحات و آمنوا بما نزل علی محمد وھو الحق من ربھم '' یہ نام توقیفی ہے اور غیر توقیفی نام یہ ہے:۔

۱ سورۃ القتال: چونکہ اس میں کفار سے قتال کا ذکر ہے اس لئے اس کا نام ''قتال'' ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دیکھئے ''فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب''

۲۱ اکیسواں سورۂ ق۔

لفظ ق اس سورت کے شروع میں آنے کی وجہ سے اس کا نام ق پڑا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''ق والقرآن المجید'' یہ نام توقیفی ہے اور غیر توقیفی نام یہ ہے:۔

۱ سورۃ الباسقات: بوجہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے'' والنخل باسقات''

۲۲ بائیسواں سورۂ اقتربت الساعۃ:۔

لفظ اقتربت سے شروع ہونے کی وجہ سے اس کا نام اقتربت ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:''اقتربت الساعۃ '' یہ نام توقیفی ہے اور اس کا غیر توقیفی نام یہ ہے:۔

۱ سورۃ القمر: اس سورت کے واقعہ شق قمر کا تذکرہ پر مشتمل ہونے کی

وجہ سے ''قمر'' کہنے لگے، اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھئے'' و انشق القمر''

۲۳ تیئسواں سورۂ رحمٰن:۔

اس لفظ جلیل سے اس سورت کے شروع ہونے کیوجہ سے اس کو'' سورۂ رحمٰن'' کہنے لگے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں'' الرحمٰن علم القرآن'' یہ نام توقیفی ہے اور اس کا غیر توقیفی نام یہ ہے:۔

۱ عروس القرآن: امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اس کا نام'' عروس القرآن'' رکھا۔

۲۴ چوبیسواں سورۂ مجادلہ:۔

اس سورت کا نام مجادلہ اس لئے واقع ہوا کہ اس سورت میں حضرت خولۃ بنت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مجادلہ کیا تھا جبکہ ان کے شوہر حضرت اوس بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے'' انت علی کظھری امی'' کہہ دیا تھا، جس کو شریعت میں ظِہار کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ملاحظہ ہو:'' قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجھا و تشتکی الی اللہ و اللہ یسمع تحاورکما ان اللہ سمیع بصیر'' الی آخر الآیات۔ یہ اس سورت کا توقیفی نام ہے اور اس کا غیر توقیفی نام یہ ہے:۔

۱ سورۃ الظہار: اس سورت میں ظہار کا حکم بیان ہونے کی وجہ سے اس کا نام سورۂ ظہار واقع ہوا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں'' والذین یظاھرون منکم من نساء ھم'' الی آخر الآیات۔

۲۵ پچیسواں سورۂ حشر:۔

لفظ حشر کا اس سورت میں آنے کی وجہ سے اس کا نام حشر وارد ہوا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے'' ھو الذی أخرج الذین کفروا من أھل الکتاب من دیارھم لاول الحشر'' یہ توقیفی نام ہے اور اس کا غیر توقیفی نام یہ ہے:۔

۱ سورۃ بنی نضیر: بخاری نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے سورۃ الحشر کہا تو حضرت ابن عباس نے فرمایا: سورۂ بنی النضیر کہو، اللہ تعالی کا ارشاد ''ھو الذی أخرج الذین کفروا من أھل الکتاب من دیارھم لا ول الحشر'' سے مراد بنی نضیر ہی ہیں۔

۲۶ چھبیسواں سورۂ ممتحنہ :۔

حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''المشھور فی ھذہ التسمیۃ أنھا لفتح الحاء علی أنھا صفۃ المرأۃ نزلت السورۃ بسببھا وقد تکسر الحاء علی أنھا صفۃ السورۃ کما قیل للبراءۃ : الفاضحۃ''
(مشہور یہ ہے کہ ''ممتحنہ'' حاء کے فتحہ کے ساتھ ہے کیونکہ عورت کی صفت ہے جس کے سبب سے یہ سورت نازل ہوئی اور کبھی حاء کو کسرہ بھی دیا جاتا ہے اس بناء پر کہ یہ سورت کی صفت ہے جس طرح سورۂ براءت کو سورۂ ''فاضحہ'' اسم فاعل کے صیغہ کے ساتھ کہا جاتا ہے)

اس کا یہ نام توقیفی ہے اور غیر توقیفی نام یہ ہے:۔

۱ سورۃ المودۃ: اللہ تعالیٰ کا اس سورت میں اس لفظ کے ارشاد ہونے کی وجہ سے اس کا نام ''مودۃ'' ہوا۔ ''یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ''

۲۷ ستائیسواں سورۃ الصّف:۔

اللہ کے اس ارشاد میں اس لفظ کے واقع ہونے کی وجہ سے اس کو سورۃ الصّف کہتے ہیں ''ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفاً کأنھم بنیان مرصوص'' اس سورت کا یہ نام توقیفی ہے۔

۲۸ اٹھائیسواں سورۃ الطلاق:۔

اس کا یہ نام توقیفی ہے اور غیر توقیفی نام یہ ہے:۔

۱ سورۃ الحواریین: اس لفظ کے آنے کی وجہ سے اس کو ''حواریین'' کہتے

ہیں۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے ’’کما قال عیسی ابن مریم للحواریین ‘‘

۲ سورۃ النساء القصریٰ: جیسا کہ بخاری نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے۔

اسکا یہ نام پڑنے کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ یہ سورت احکام عدت پر مشتمل ہے جو عورتوں سے متعلق مسائل ہیں۔

۲۹ انتیسواں سورۃ التحریم:۔

اس کا نام تحریم اس لئے ہوا کہ اس میں ایک حکم شرعی اسی حرمت کے متعلق بیان ہوا ہے جس کا واقعہ اس طرح ہے جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول شریف عصر کی نماز کے بعد کھڑے کھڑے سب بیویوں کے پاس تشریف لانے کا تھا۔ایک روز ایسا ہوا کہ حضرت زینب —— رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس معمول سے زیادہ ٹھہر گئے اور شہد پیا تو مجھ کو رشک آیا اور میں نے حفصہ سے مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس تشریف لائیں وہ یوں کہے کہ آپ نے مغافیر نوش فرمایا ہے —— مغافیر ایک قسم کا گوند ہے جس میں بدبو ہوتی ہے —— چناچہ ایسا ہی ہوا، آپ نے فرمایا کہ میں نے تو شہد پیا ہے، ان بی بی نے کہا کہ شاید کوئی مکھی مغافیر کی درخت پر بیٹھی ہو اور اس کا رس چوسا ہو —— اس وجہ سے شہد میں بو آنے لگی —— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدبو کی چیزوں سے بہت پرہیز فرماتے تھے اس لئے آپ نے قسم کھالی کہ زندگی بھر میں شہد نہ پیوں گا۔تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی ’’قد فرض اللہ لکم تحلة أيمانكم ‘‘یعنی اللہ تعالیٰ ایسی صورتوں میں جہاں قسم کا توڑنا ضروری ہے تمہاری قسموں سے حلال ہونے یعنی قسم توڑ کر کفارہ ادا کردینے کا راستہ نکال دیا ہے۔

یہ نام توقیفی ہے اور اس کا غیر توقیفی نام یہ ہے:۔

سورۂ لِمَ تحرم: اس لفظ کے اس سورت میں استعمال ہونے کی وجہ سے اس کا نام ’’لم تحرم‘‘ واقع ہوگیا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:’’یا ایھا النبی لِمَ تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک ‘‘

۳۰ تیسواں سورۃ تبارک:

لفظ ''تبارک'' سے اس سورت کی شروعات ہونے کی وجہ سے اس کا نام ''تبارک'' ہوگیا۔ مفسر سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے اور بھی توفیقی نام شمار کئے ہیں جو یہ ہیں:۔

۱ سورۃ الملک: یہ لفظ بھی اس سورت میں استعمال ہوا ہے، ملاحظہ ہو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''تبارک الذی بیدہ الملک وھو علی کل شئی قدیر''

۲ سورۃ المانعۃ: ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے'' ھی المانعۃ ، ھی المنجیۃ تنجیہ من عذاب القبر'' (یعنی یہ سورت منجیہ عذاب قبر سے نجات دلانی والی ہے)

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ''کنا نسمیھا فی عھد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم المانعۃ''(ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کو مانعہ کہتے تھے)

۳۱ اکتیسواں سورۃ سأل:

یہ سورت اسی لفظ سے شروع ہوا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں'' سأل سائل بعذاب واقع'' یہ نام توقیفی ہے اور اس کا غیر توقیفی نام یہ ہے:۔

۱ سورۃ المعارج: یہ لفظ بھی اس سورت میں استعمال ہوا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:''من اللّٰہ ذی المعارج''

۳۲ بتیسواں سورۃ عم:

لفظ''عم'' سے اس سورت کی شروعات ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:''عم یتساء لون'' یہ نام توقیفی ہے اور اس کا غیر توقیفی نام یہ ہے:۔

۱ سورۃ النبأ:

۲ سورۃ التساؤل: یہ دونوں الفاظ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں مستعمل ہیں ''عم یتساء لون عن النباء العظیم''

۳۳ تینتیسواں سورۃ لم یکن:

یہ سورت اسی لفظ سے شروع ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''لم یکن الذین کفروا من اھل الکتاب و المشر کین منفکین '' یہ نام توقیفی ہے اور اس کا غیر توقیفی نام یہ ہے:۔

۱ سورۃ البیّنۃ: یہ لفظ بھی اسی سورت میں آیا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''لم یکن الذین کفروا من اھل الکتاب و المشر کین منفکین حتی تاتیھم البینۃ''

۳۴ چوتیسواں سورۃ اَرأیت:

اسی لفظ سے شروع ہونے کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''أرأیت الذی یکذب بالدین '' یہ اس کا توقیفی نام ہے، اور اس کے اسماءِ توقیفیہ میں سے یہ ہے:۔

۱ سورۃ الدین: اسی سورت میں اس لفظ کے آنے کی وجہ سے اس کو سورۃ الدین بھی کہتے ہیں۔

۳۵ پینتیسواں سورۃ الکافرون:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''قل یا ایھا الکا فرون '' یہ اس کا توقیفی نام ہے اور اس کا غیر توقیفی نام یہ ہے:۔

۱ سورۃ العبادۃ: اس کو سورۃ العبادۃ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں عبادت کا مادہ ع ب د متعدد بار استعمال ہوا ہے۔

۳۶ چھتیسواں سورۃ النصر:

اس لفظ کے اس سورت میں استعمال ہونے کی وجہ سے یہ نام ہے۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اذا جاء نصر اللہ والفتح '' یہ اسم توقیفی ہے اور اس کا غیر توقیفی نام یہ ہے:۔

۱ سورۃ التودیع: اس سورت میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مستقبل قریب میں اس دار فانی سے دار باقی کی طرف تشریف لے

جائیں گے۔تودیع کے معنی ہیں کسی کو رخصت کرنا،اسی لئے اس کوسورۃ التودیع بھی کہا گیا

ہے۔اس سورت کے نازل ہونے کے بعد صرف اسّی دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا

میں تشریف فرما رہے۔

۳۷ سینتیسواں سورۃ تبت:

اسی لفظ سے اس کی شروعات ہوتی ہے،اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''تبت یدا ابی لھب'' یہ اس کا توقیفی نام ہے اور اس کا اسم غیر توقیفی یہ ہے:۔

سورۃ المسد: چونکہ لفظ ''مَسَد'' اس سورت میں آیا ہے، باری تعالیٰ فرماتے ہیں: ''فی جیدھا حبل من مسد''

۳۸ اڑتیسواں سورۃ الاخلاص:

اس سورت کی آیات بندے کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو خالص اللہ ہی کے لئے تسلیم کرنے کی طرف ہدایت کرتی ہیں۔یہ اس کا توقیفی نام ہے اور اس کا غیر توقیفی نام یہ ہے:۔

سورۃ الاساس: اسکو سورۃ الاساس اس لئے کہتے ہیں اس میں اللہ تعالی کی توحید کامل طور پر بیان کی گئی ہے جو کہ تمام دینوں کی اساس اور بنیاد ہے۔

۳۹ انتالیسواں سورۃ الفلق:

یہ لفظ اس سورت میں استعمال ہوا ہے باری تعالی ارشاد فرماتے ہیں: ''قل اعوذ برب الفلق'' یہ اسم توقیفی ہے۔

۴۰ چالیسواں سورۃ الناس:

یہ لفظ بھی اس میں استعمال ہوا ہے،اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''قل اعوذ برب الناس'' اس کا یہ نام توقیفی ہے اور غیر توقیفی نام یہ ہے:۔

ان دونوں سورتوں کو ''معوذتان'' یا ''معوذتین'' کہا جاتا ہے۔ان دونوں سورتوں میں پہلی یعنی سورۃ الفلق میں دنیاوی آفات سے اللہ کی پناہ مانگنے کی تعلیم ہے اور دوسری سورت میں اخروی آفات سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی گئی ہے۔

قرآن کریم کی تقسیم باعتبار سوَر

سورتوں کے اعتبار سے قرآن کریم کی چار قسمیں ہیں:۔

۱	الطّول	۲	المئین
۳	المثانی	۴	المفصل

ایک حدیث مرفوع میں جس کی تخریج ابوعبید من جہۃ سعید بن بشیر عن قتادہ عن ابی الملیح عن واثلہ بن الاسقع ہے۔ حضرت واثلہ بن الاسقع حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ:۔

''أعطیت السبع الطول مکان التوراۃ ، و أعطیت المئین مکان الانجیل ، و أعطیت المثانی مکان الزبور وفضلت با لمفصل '' (مجھے عطا کی گئی سبع طول توریت کی جگہ اور مجھے دی گئی مئین انجیل کی جگہ اور مجھے نوازا گیا مثانی سے زبور کی جگہ اور مفصل کے ذریعہ مجھ کو فضیلت بخشی گئی)

۱ الطّول: علماء اس پر متفق ہیں سورۃ الطّول سات ہیں، چھ سورتوں کے انتخاب میں سبھی علماء متفق ہیں، صرف ساتویں سورت کے متعین کرنے میں مختلف ہیں۔ وہ چھ سورتیں جن میں اتفاق ہے وہ یہ ہیں:۔

۱	البقرۃ	۲	آل عمران
۳	النساء	۴	المائدہ
۵	الانعام	۶	الاعراف

ساتویں سورت کے تعین میں اختلاف ہے۔ حضرت سعید بن جبیر بن ہشام رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک ساتویں سورت ''سورۃ یونس'' ہے اور ان کے علاوہ علماء کی رائے یہ ہے کہ ''سورۃ الانفال، سورۃ البراءۃ'' یہ ایک ہی سورت ہے اور ان دونوں سورتوں کو ایک تسلیم کرتے ہوئے ساتویں سورت اسی کو قرار دیا ہے، لیکن قول اول ہی راجح ہے اس لئے کہ یہی قول قرآن کریم کی اجمالی سورتوں کی تعداد کو بے داغ مکمل کرتا ہے اور وہ اجمالی تعداد ۱۱۴ ہے۔

۲ المئون یا المئین : یہ وہ سورتیں ہیں جو ان ساتوں طول سورتوں کے بعد ہیں سورۂ سجدہ تک۔

اس کا نام "مئون یا مئین" اس لئے واقع ہوا کہ اس کے تحت آنے والی سورتیں سو یا سو کے قریب قریب آیات پر مشتمل ہیں۔

۳ المثانی: یہ وہ سورتیں ہیں جو مئین کے بعد کی ہیں۔ سورۃ الاحزاب سے سورۂ ق تک، یا سورۂ حجرات تک۔

لفظ "مثانی" کے نام پر علماء میں اختلاف ہے، چنانچہ امام فراء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"ھی السورة التی آیاتھا أقل من مائة آیة ، لأنھا تثنی اکثر مما تثنی الطول و المئون" (یہ وہ سورتیں ہیں جن میں سو سے کم آیتیں ہیں، اور یہ نام اس لئے ہیں کہ یہ سورتیں طول اور مئین کی بہ نسبت بار بار پڑھی جاتی ہیں)

مفسر سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"لأنھا کانت بعد المئین فھی لھا ثوان و المئون لھا اوائل"
(اس لئے کہ یہ سورتیں مئین کے بعد ہیں لہٰذا یہ اس کے بعد ہیں اور مئین ان سے پہلے ہیں)

۴ المفصل : یہ وہ سورتیں ہیں جو مثانی کے بعد آخر قرآن کریم تک ہیں۔ مفصل سورتوں کی ابتداء کن سورت سے ہے اس میں اختلاف ہے۔

امام زرکشی وغیرہ رحمہم اللہ کی رائے یہ ہے کہ سورۂ ق سے شروع ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ سورۃ الحجرات اس کی پہلی سورت ہے۔

علمائے کرام نے پھر "مفصل" کی سورتوں میں بھی تین قسمیں فرمائی ہیں:۔

۱	طوال مفصل	سورۂ حجرات سے لے کر سورۂ عم تک۔
۲	اوساط مفصل	سورۂ عم سے سورۂ ضحیٰ تک۔
۳	قصار مفصل	سورۃ الضحیٰ سے آخر قرآن کریم تک۔

مفصل کی یہ تقسیم سورتوں کے درمیان بکثرت بسم اللہ کے ذریعہ فصل ہونے کی وجہ سے ہے۔

قرآن کریم کی تقسیم باعتبار آیات

اس قسم میں چند بحثیں ہیں

مثلاً:۔

۱ قرآن کریم کی آیات کی اجمالی تعداد۔

۲ آیت کے معنی۔

۳ آیت کے جاننے کے فوائد۔

۴ قرآن کریم کی آیات کی ترتیب کا حکم۔

قرآن کریم کی آیتوں کی اجمالی تعداد

وہ علماء جو اس بحث سے منسلک رہے ہیں ان میں سے مشہور سات ہیں جو یہ

ہیں:۔

۱	المدنی الاول	۲	المدنی الاخیر
۳	المکی	۴	البصری
۵	الدمشقی	۶	الحمصی
۷	الکوفی		

اب تعداد آیات کے بارے میں ان حضرات کی آراء ملاحظہ فرمائیں۔

۱ المدنی الاول: اس کے راوی نافع ہیں، نافع عن شیخہ ابو جعفر یزید بن القعقاع وشیبہ بن نصاح۔ اہل کوفہ اور بصرہ نے مدنیین کی اس روایت میں اختلاف کیا ہے، اہل کوفہ نے اہل مدینہ سے بغیر کسی تعیین کے قرآن کی آیات کی تعداد ۶۲۱۷ روایت کی ہے۔

اور اہل بصرہ نے روایت کیا ہے عن ورش عن نافع عن شیخہ عدد آی القرآن

۶۲۱۴۔

۲ المدنی الاخیر: اس کے راوی اسماعیل بن جعفر عن یزید بن القعقاع و شیبۃ بن نصاح بواسطۃ سلیمان جماز۔ان کے نزدیک قرآن کریم کی آیتوں کی تعداد ۶۲۱۴ ہے۔

۳ المکی اس کو روایت کیا ہے الدانی نے بسندہ الی عبداللہ بن کثیر عن مجاہد بن جبیر عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ان کے نزدیک قرآن کی آیتوں کی تعداد ۶۲۱۰ ہے۔

۴ البصری اس کے راوی عطاء بن یسار اور عاصم الجحدری جو بعد میں ایوب بن المتوکل سے منسوب ہوئے ہیں۔ان کے نزدیک آیات قرآن کی تعداد ۶۲۰۴ ہے۔

۵ الدمشقی اس کے راوی یحیٰ الذماوی عن عبداللہ بن عامر الیحصبی عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔ان کے نزدیک آیات قرآنی کی تعداد ۶۲۲۷ ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ ۶۲۲۶ ہے۔اس تعداد کی نسبت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف کی گئی ہے۔

۶ الحمصی (شریح بن یزید الحمصی الحضرمی متوفی ۲۰۳ھ کی طرف منسوب ہے) ان کے نزدیک آیات قرآنی کی تعداد ۶۲۳۲ ہے۔

۷ الکوفی اس کے راوی حمزہ بن حبیب الزیات اور سفیان بن عیینہ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ـــــ بواسطۃ الثقات ـــــ ہیں ان کے نزدیک قرآن کریم کی آیتوں کی تعداد ۶۲۳۶ ہے۔

آیت کے معنی

آیت لغت میں تین معنوں کے لئے مستعمل ہے۔

۱ الآیۃ: ھو الجماعۃ۔عرب کہتے ہیں : ''خرج القوم بآیتھم ، أی جماعتھم'' (یعنی پوری قوم نکل گئی)

۲ الآیۃ: العجب۔عرب کہتے ہیں : ''فلان آیۃ فی العلم و فی

الجمال'' (فلاں شخص علم و جمال میں ایک قابل تعجب شخص ہے) ایک شاعر کہتا ہے

آیة فی الجمال لیس له فی ا لحسن شبه و ماله من نظیر

(وہ حسن و جمال میں ایسا عجیب وغریب ہے کہ اس کی کوئی نظیر اور مثال نہیں ہے)

۳ الآیۃ: العَلامَة۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''ان آیة ملکه'' أی علامة ملکه۔ (یعنی اس کی بادشاہت کی علامت)

آیت کے اصطلاحی معنی

اگر اس کو جماعت کے معنی سے منقول مانا جائے تو یہ تعریف کی جائے گی:۔

''هی طائفة من القرآن ذات مبداء و مقطع مستغنیة عما قبلها و ما بعدها تحقیقاً أو تقدیراً غیر مشتمل علی مثلها''

''وہ نام ہے قرآن کے ایسے حصہ کا جس کی ابتداء اور انتہاء ہو اور جو اپنے ماقبل اور مابعد سے مستغنی ہو تحقیقی طور پر یا تقدیری طور پر اور اپنے مثل پر مشتمل نہ ہو۔

''قرآن کا حصہ'' اس میں قرآن کے تمام حروف شامل ہو گئے اور ''جس کی ابتدا اور انتہا ہو'' اس سے قرآن کے وہ کلمات نکل گئے جن کی ابتدا اور انتہاء نہ ہو کیونکہ مراد یہ ہے کہ اس کی ابتداء اور انتہاء توقیفی طور پر معلوم ہو۔ اور ''اپنے ماقبل اور مابعد سے مستغنی ہو تحقیقی طور پر'' اس سے قرآن کی پہلی آیت اور آخری آیت نکل گئی کیونکہ پہلی آیت اپنے ماقبل سے تقدیری طور پر مستغنی ہے اور دوسری اپنے مابعد سے اسی طرح مستغنی ہے اور ''اپنے مثل پر مشتمل نہ ہو'' اس سے سورت نکل گئی اس لئے کہ اس پر یہ بات صادق آتی ہے کہ وہ قرآن کا ایسا حصہ ہے جس کی ابتداء اور انتہاء ہے اور اپنے ماقبل اور مابعد سے مستغنی ہے لیکن چونکہ آیتوں پر مشتمل ہے اس لئے اس تعریف سے نکل گئی۔

۲ اور اس تقدیر پر کہ وہ ''علامة'' سے ماخوذ ہے اسکی یہ تعریف کی جاتی ہے:۔

''بأنها حروف من القرآن ذات مبدأ و مقطع علم بالتوقیف من الشارع جعلت دلالة و علامة انقطاع الکلام، أو علی صدق المخبر بها

أو على عجز المتحدى بها ، بناء على أن التحدى يجوز بالآية الواحدة"

(وہ قرآن کے ایسے حروف ہیں جن کی ابتداء اور انتہاء ہے جو شارع کی طرف سے توقیفی طور پر معلوم ہو جو کلام کے ختم ہونے کی اور اس کی خبر دینے والے کی سچائی کی یا جس کو چیلنج دیا گیا ہے اس کے عاجز ہونے کی علامت اور نشانی مقرر کی گئی ہو اس بناء پر کہ ایک آیت سے بھی چیلنج جائز ہے۔

علم آیات کے فوائد

آیتوں کا جاننا، اس کے مطلب کو جاننا اور یہ کہ آیت کس کو کہتے ہیں یہ جاننا اس کے بہت سے عظیم فوائد ہیں جن کو ذکر کیا جاتا ہے۔

١ نماز کے صحیح ہونے کے لئے آیات کا جاننا ضروری ہے جو آیت نہ جانتا ہو اس کی نماز کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟

٢ آیات کے جاننے سے معتد بہ تعداد کے پڑھ لینے سے اجر موعود کا مستحق ہوگا۔

٣ خطبہ صحیح ہونے کے لئے آیت کا جاننا ضروری ہے اس لئے کہ خطبہ میں ایک پوری آیت کا پڑھنا واجب ہے۔

٤ نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد قرآن کریم میں اتنی آیات کا پڑھنا جس سے نماز ہو جائے، اور یہ تین چھوٹی آیتوں یا ایک لمبی آیت کے پڑھے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ فقہاء اس مقدار کو سورۂ فاتحہ کے بعد پڑھنے کو واجب قرار دیتے ہیں۔

وہ طریقے جن کے ذریعہ آیت کی شناخت ہوتی ہے

١ آیات کا چھوٹا، بڑا ہونے کے لحاظ سے اپنے ماقبل اور مابعد کے برابر ہونا۔

٢ فواصل کا ہم شکل ہونا یعنی آیتوں کا ایک ہی طرز پر ختم ہونا جیسے "والضحی، واللیل اذا سجی، ماودعک ربک و ماقلی "اور جیسے "قد افلح المو منون الذین هم فی صلاتهم خا شعون، و الذین هو عن اللغو معرضون "اور جیسے "الرحمن، علم القرآن، خلق الانسان، علمه البیان "اور جیسے "انا

اعطیناک الکوثر ، فصل لربک وانحر ، ان شانئک ھو الابتر'' اردو میں جس کو مسجع اور مقفیٰ کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ سجع یہ ہے کہ دو فقرے آخری حرف میں موافق ہوں۔ یعنی پہلے فقرہ کا آخری حرف جو ہو وہی دوسرے فقرہ کا بھی ہو۔

۳ قرآن کریم کی سورتوں کے آیات کی تعداد میں موافقت ہو۔

آیات قرآن کی ترتیب کا حکم

اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ قرآن کی آیتوں کی موجودہ ترتیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ترتیب ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ کاتبین وحی کو یہ بتادیتے تھے کہ یہ آیت فلاں سورت میں فلاں آیت کے بعد لکھی جائے اور صحابہ کرام نے قرآن کریم کو اسی ترتیب سے یاد کیا تھا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی تھی اس لئے اس میں کسی اجتہاد اور کسی رائے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے نصوص ترتیب آیات قرآن کے توقیفی ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

۱ چنانچہ امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن زبیر سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے عثمان بن عفان — رضی اللہ عنہ — سے ''والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً وصیة لازواجھم'' کے بارے میں پوچھا کہ ''أنسختھا الآیة الاخریٰ فلم تکتبھا أو تدعھا ؟ قال یا ابن اخی، لا أغیر شیئاً من مکانه'' (اس آیت کو دوسری — یعنی ''والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً وصیة لازواجھم'' — نے منسوخ کردیا پھر آپ اسکو کیوں لکھ رہے ہیں؟ یا یہ فرمایا کہ اس کو (لکھا ہوا) کیوں چھوڑ رہے ہیں تو حضرت عثمان — رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: بھتیجے، میں کسی جزء کو اس کی جگہ سے بدل نہیں سکتا)۔

یہ حدیث صاف بیان کرتی ہیں کہ یہ آیت اپنی سورت کے اپنی جگہ میں ترتیب کے لحاظ سے توقیفی ہے، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس کے اندر تصرف کرنے پر قادر نہ ہو سکے۔ اس لئے کہ انھوں نے اس آیت کو اس مصحف شریف میں اسی جگہ لکھا ہوا

پایا جو مصحف شریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھا گیا۔ تو اس کو اس کی جگہ سے نہیں بدلا اس لئے کہ یہ ایسا معاملہ ہے جس میں کسی کے اجتہاد اور کسی کو رائے دینے کی مجال نہیں ہے۔

۲ مسلم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:۔

''ما سألت النبی صلی الله علیه وسلم عن شئی أکثر مما سألنه عن الکلالة حتی طعن باصبعه فی صدری وقال : تکفیک آیة الصیف التی فی آخر سورة النساء''

(میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنا ''کلالہ'' کے متعلق پوچھا کسی اور چیز کے متعلق نہیں پوچھا یہاں تک کہ آپ نے میرے سینہ میں انگلی چبھوئی اور فرمایا: تجھ کو وہ آیت صیف کافی ہے جو سورۂ نساء کے آخر میں ہے)

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قرآن کریم کی ترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں معلوم تھی جبھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

''تکفیک آیة الصیف التی فی آخر سورة النساء''

اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت کی جگہ سورۂ نساء ہے، یا یہ آیت سورۂ نساء میں ہے، وہ یہ آیت ہے:۔

''یستفتونک ،قل اللّٰہ یفتیکم فی الکللٰةان امرؤٌ هلک لیس له ولدوله اخت فلها نصف ما ترک وهو یرثها ان لم یکن لها ولد فان کانتا اثنتین فلهما الثلثن مما ترک وان کانوٓا اخوة رجالاً و نساءً فلذکر مثل حظ الانثیین یبین الله لکم ان تضلوٗا واللّٰہ بکل شئی علیم''

(سو کہہ دے اللہ حکم بتاتا ہے تم کو کلالہ کا، اگر کوئی مرد مر گیا اور اس کے بیٹا نہیں ہے اور اس کے ایک بہن ہے تو اس کو پہنچے آدھا اس کا جو چھوڑ مرا۔ اور وہ بھائی وارث ہے اس بہن کا اگر نہ ہو اس کے بیٹا۔ پھر اگر بہنیں دو ہوں تو ان کو پہنچے دو تہائی اس مال کا جو چھوڑ مرا۔ اور اگر کئی شخص ہوں اسی رشتہ کے کچھ مرد اور کچھ عورتیں تو ایک مرد کا حصہ ہے

برابر دو عورتوں کے بیان کرتا ہے اللہ تمہارے واسطے تا کہ تم گمراہ نہ ہو۔ اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے)۔

اس آیت کا نام ''آیت صیف'' ہے اس لئے کہ اس کا نزول حجۃ الوداع کے سفر میں صیف (گرمی) کے موسم میں ہوا تھا۔

۳ مسلم نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:۔

''من حفظ عشر آیات من اول سورة الکھف عصم الدجال''

(جس نے سورۂ کہف کی دس آیتیں یاد کرلیں وہ دجال سے محفوظ ہو گیا) اور ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں ''من قرأ العشر الاواخر من سورة الکھف'' (جس نے سورۂ کہف کی آخری دس آیتیں پڑھیں)

۴ بخاری نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

''من قرأ بالآیتین من آخر سورة البقرة فی لیلة کفتاه'' (جس نے سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں رات میں پڑھیں وہ دونوں اس کے لئے کافی ہو جائیں گی)

یہ دونوں حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آیتوں کی تعیین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تھی۔

۵ سنن صحیحہ میں ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں متعدد سورتیں پڑھا کرتے تھے، اسی میں سے وہ حدیث ہے جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری میں روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز میں سورۃ الاعراف پڑھتے تھے۔

اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ''قد افلح المؤمنون'' فجر کی نماز میں پڑھتے تھے۔

اور مسلم میں۔ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون جمعہ کی نماز میں پڑھی۔

اور نیز مسلم ہی کی ایک روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں سورۃ ق پڑھا اور اس کے علاوہ پڑھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سورتوں کو اور اس کے علاوہ بھی باقی سورتوں کو آیتوں کی ترتیب سے صحابہ کی موجودگی میں پڑھتے تھے اور وہ حضرات آیتوں کو اس کی سورتوں میں ترتیب کے مطابق رکھدیتے تھے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین یہ پسند نہ فرماتے تھے کہ وہ قرآن کریم کی آیتوں کی ترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترتیب کے خلاف کریں، وہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں لوگوں میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔

حضرات علمائے اعلام رحمہم اللہ تعالی علیہم اجمعین کے اقوال بھی اسی پر دلالت کرتے ہیں کہ قرآن کی آیتوں کی ترتیب توقیفی ہے یعنی ان کی ترتیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔

۱ چنانچہ قاضی ابوبکر الباقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"ترتیب الآیات امر واجب و حکم لازم، فقد کان جبرئیل یقول: "ضعوا آیة کذا موقع کذا" (آیات کی ترتیب امر واجب اور حکم لازم ہے، جبرئیل کہدیتے تھے کہ فلاں آیت کو فلاں جگہ رکھو)۔

۲ نیز آگے فرماتے ہیں:۔

"الذی نذهب الیه ان جمیع القرآن الذی انزله الله، وامر باثبات رسمه، ولم ینسخه، ولا رفع تلاوته بعد نزوله. هو الذی بین الدفتین الذی حواه مصحف عثمان و أنه لم ینقص منه شئی و لا زید فیه بشیٔ و أن ترتیبه و نظمه ثابت علی ما نظمه الله تعالی و رتبه من آی السور لم یقدم من ذٰلک مؤخر، ولا أخر منه مقدم و أن الامة ضبطت عن النبی صلی الله علیه وسلم ترتیب آی کل سورة و مواضعها و عرفت مواقعها کما ضبطت عنه نفس القراءة و ذات التلاوة"

(ہمارا مذہب یہ ہے کہ پورا قرآن جس کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور جس

کے لکھنے کا حکم دیا اور جو منسوخ نہیں ہوا ہے اور نزول کے بعد جس کی تلاوت منسوخ نہیں ہوئی وہ وہی ہے جو مصحف عثمان کی دو دفتیوں کے درمیان ہے، نہ اس میں کچھ کمی ہوئی ہے اور نہ بیشی۔ اور اس کی ترتیب اور نظم اسی کے مطابق ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے مرتب فرمایا ہے کسی سورت کی کوئی آیت نہ آگے کی گئی ہے اور نہ پیچھے، اور امت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر ہر سورت کی آیتوں کی ترتیب اور ان کے مقامات کو اسی طرح محفوظ کیا ہے اور ان کے مواقع کا علم حاصل کیا ہے جس طرح قراءت اور تلاوت کو محفوظ کیا ہے)

۳ ابن حصار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"ترتیب السور ووضع الآیات مواضعها انما کان بالوحی، کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: "ضعوا آیة کذا فی مواضع کذا، و قد حصل الیقین من النقل المتواتر بهذا الترتیب من تلاوة رسول الله صلی الله علیه وسلم، ومما أجمع الصحابة علی وضعه هکذا فی المصحف"

(سورتوں کی ترتیب اور آیتوں کو ان کی جگہ پر رکھنا وحی سے تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ فلاں آیت کو فلاں جگہ رکھو اور اسی ترتیب کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت تواتر کے ساتھ منقول ہونے سے اور مصحف میں اسی ترتیب کے ساتھ اس کے رکھنے پر صحابہ کے اجماع سے اس پر یقین حاصل ہو چکا ہے)

۴ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"ان الصحابة رضی اللّٰه عنهم جمعوا بین الدفتین القرآن الذی أنزله اللّٰه علی رسوله، من غیر ان زادوا أو نقصوا منه شیئاً، خوف ذهاب بعضه بذهاب حفظته، فکتبوه کما سمعوه من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من غیر ان قدموا شیئاً أو اخروا أو وضعوا له ترتیباً لم یأخذوه من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم و کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه الصلاة و السلام یلقن اصحابه و یعلمهم ما نزل علیه من القرآن

على الترتيب الذى هو الآن فى مصاحفنا بتوقيف جبرئيل اياه على ذلك واعلامه عند نزول كل آية ان هٰذه الآية تكتب عقب آية كذا فى سورة كذا، فثبت أن سعى الصحابة كان فى جمعه فى موضع واحد لا فى ترتيبه فان القرآن مكتوب فى اللوح المحفوظ و ترتيب النزول غير ترتيب التلاوة"

(صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے اس قرآن کو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمایا بغیر کسی کمی بیشی کے دو دفتیوں کے درمیان جمع فرمایا کیونکہ حفاظ قرآن کے ختم ہو جانے سے اس کے بعض حصوں کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ تھا لہٰذا ان حضرات نے اس کو اسی طرح لکھا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا بغیر اس کے کہ کچھ آگے یا پیچھے کریں یا اس کی ایسی ترتیب مقرر کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انھوں نے حاصل نہیں کیا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو جو قرآن آپ پر نازل ہوتا اسی ترتیب سے اس کی تعلیم فرماتے تھے جس ترتیب پر آج ہمارے مصاحف میں موجود ہے، جبرئیل علیہ السلام آپ کو ہر آیت کے نزول کے وقت یہ بتلاتے تھے کہ یہ آیت فلاں سورت میں فلاں آیت کے بعد لکھی جائے۔ اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کی سعی اور محنت قرآن کو ایک جگہ جمع کرنے کی تھی نہ کہ اس کو ترتیب دینے کی اس لئے کہ قرآن لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور ترتیب نزول ترتیب تلاوت سے مختلف ہے)

تعقیب

ان متعدد نصوص سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ موجودہ قرآن کریم کی ترتیب صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق فرمائی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بتاتے تھے کہ اس آیت کو فلاں جگہ اور اس کو فلاں جگہ لکھا جائے۔

ان نصوص سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح تلاوت کرنے میں ترتیب

آیات کو ملحوظ رکھنا واجب ہے اسی طرح لکھنے میں ترتیب کو ملحوظ رکھنا بھی واجب ہے۔

قرآن کریم کی موجودہ ترتیب

یہاں پر یہ بحث بھی صاف ہو جانی چاہئے کہ جو موجودہ قرآن کریم کی ترتیب ہے کیا یہی بعینہ ترتیب نزول بھی ہے؟

قرآن کریم جس ترتیب کے ساتھ اس وقت موجود ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس ترتیب سے نازل نہیں ہوا تھا بلکہ ضرورت اور حالات کے مطابق تیئیس سال کی طویل مدت میں نازل ہوا تھا، اور موجودہ ترتیب کے مطابق نزول کی ترتیب اس سے مختلف تھی۔ ترتیب نزول کو محفوظ رکھنے کی کوشش نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اور نہ صحابہ کرام نے۔ اس لئے جب قرآن مکمل ہو گیا تو لوگوں کو یہ بھی یاد نہ رہا کہ کونسی آیت کس ترتیب سے نازل ہوئی تھی۔ لہٰذا اب جزوی طور پر بعض سورتوں یا آیتوں کے بارے میں تو یہ علم ہو جاتا ہے کہ ان کی ترتیب کیا تھی لیکن پورے قرآن کریم کی ترتیب نزول یقین کے ساتھ بیان نہیں کی جا سکتی۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الاتقان'' میں بعض روایات کی مدد سے سورتوں کی ترتیب نزول بیان کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ان روایتوں سے یقینی طور پر صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ کونسی سورت مکی اور کونسی مدنی ہے ترتیب نزول کی تفصیلات ان سے معلوم نہیں ہوتی ہے۔ (علوم القرآن للعثمانی۔ بتغییر و تلخیص)

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قرآن کریم کی موجودہ ترتیب نزول کی ترتیب پر نہیں ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق آیتوں کو مختلف سورتوں میں ان کی جگہ پر رکھ دیا جاتا تھا، مثلاً قرآن کریم میں آیات مدنیہ ہیں۔ آیات مدنیہ وہ ہیں جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں مگر وہ آیتیں لکھی گئیں مکی سورتوں میں جو ہجرت سے قبل نازل ہوئیں تھیں۔

ا جیسے سورۂ انعام میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ''قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم'' آخر تک۔ یہ آیات صحیح قول کے مطابق مدنی ہیں جو ہجرت کے بعد نازل

ہوئیں۔لیکن اس کو سورۂ انعام کا جزء بنایا حالانکہ سورۂ انعام مکی ہے۔

۲ اللہ تعالیٰ کا ارشاد سورۃ النحل میں: ''و ان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به'' آخر تک۔یہ آیات ہجرت کے بعد نازل ہوئیں لیکن یہ سورۂ نحل کی جزء بنیں حالانکہ سورۂ نحل مکی سورت ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی۔

دوسرے وہ آیات جو مکی ہیں ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں ہیں لیکن وہ مدنی سورتوں میں ملحق کی گئیں جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں۔جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سورۂ انفال میں: ''یا ایها النبی حسبک الله و من اتبعک من المؤمنین''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کے بعد نازل ہوئی اور یہ معلوم ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعثت نبوی کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد مکہ میں اسلام قبول کیا ہے، اس اعتبار سے یہ آیت مکی ہے اس کے باوجود یہ سورۂ انفال کا جزء قرار پائی حالانکہ سورۂ انفال مدنی ہے۔

۲ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سورۃ البقرہ میں:۔

''لیس علیک هداهم و لکن الله یهدی من یشاء'' آخر تک۔یہ آیت ہجرت سے قبل مکہ میں نازل ہوئی لیکن سورۂ بقرہ میں لکھی گئی جبکہ سورۂ بقرہ مدنی ہے۔

اس کے علاوہ بھی بہت سے دلائل ہیں مثلاً قرآن کریم کی بعض آیات دوسری آیات کے لئے ناسخ ہیں، تو جس آیت کو بعد والی آیت منسوخ کر رہی ہے ظاہر ہے منسوخ آیت پہلے نازل ہوئی ہوگی لیکن ہم قرآن کریم میں ناسخ آیات کو منسوخ آیت سے پہلے دیکھتے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ملاحظہ ہو:۔

''والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجاً یتربصن بأنفسهن اربعة أشهر و عشراً'' یہ آیت سورۂ بقرہ ہی کی دوسری آیت کے لئے ناسخ ہے لیکن اس منسوخ آیت سے پہلے ہے، وہ منسوخ آیت یہ ہے:۔

''والذی یتو فون منکم و یذرون ازواجاً وصیة لازواجھم متاعاً الی الحول غیر اخراج'' یہ دونوں آیتیں لکھنے اور تلاوت کرنے میں نزول کی ترتیب کے اعتبار سے نہیں ہیں۔

قرآن کریم کے کلمات کی تعداد

قرآن کریم کے کلمات کی تعداد میں علماء کے درمیان اختلاف ہے اور یہ اختلاف اس لئے ہے کہ کسی نے دو کلموں کو ایک ہی کلمہ شمار کیا ہے اور کسی نے اس کو دو ہی شمار کیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''فی السماء'' یہ ایک کلمہ ہے لیکن بعض حضرات نے اس کو دو کلمہ شمار کیا ہے۔

۱ بعض علماء فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں: ستتر ہزار نو سو چونتیس (۷۷۹۳۴) کلمے ہیں۔

۲ بعض فرماتے ہیں: ستتر ہزار چار سو سینتیس (۷۷۴۳۷) کلمے ہیں۔

۳ بعض حضرات فرماتے ہیں: ستتر ہزار دو سو ستتر (۷۷۲۷۷) کلمے ہیں۔

تیسری فصل

کتابت قرآن کریم

اول: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن کریم کی کتابت ۔ یہ بحث چند جزوی مباحث پر مشتمل ہوگی:۔

۱ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے والی وحی کی کتابت۔

۲ عہد نبوی صلی اللہ میں کتابت کے وسائل اور ذرائع۔

۳ کیا آپ صلی اللہ کے زمانہ میں قرآن کریم ایک جگہ جمع تھا؟

۴ قرآن کریم کو ایک ہی مصحف میں کیوں نہیں لکھا گیا؟

ثانی: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جمع قرآن اور اسکی تدوین یہ بحث چند جزوی مباحث پر مشتمل ہوگی۔

۱ کن اسباب کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن کریم کو جمع کرنے کا حکم دیا؟

۲ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جمع قرآن کے لئے کیوں منتخب کیا؟

۳ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جمع قرآن میں طریقہ کار۔

۴ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس عظیم الشان فیصلہ پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ردعمل۔

۵ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ مرتب کیا ہوا قرآن کریم کہاں رکھا گیا؟

ثالث: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں کتابت قرآن ۔ اس

بحث میں چند جزدی بحثیں شامل ہوں گی۔

۱ کن اسباب کی وجہ سے حضرت عثمان نے مصاحف کے جمع کرنے کا حکم دیا؟

۲ کن کن صحابہ کرام کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصاحف لکھنے پر مامور فرمایا۔

۳ جمع قرآن میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طریقہ کار۔

۴ کتنے مصاحف (قرآن کریم کے نسخے) تیار کئے گئے اور کن کن شہروں میں ان کو بھیجا گیا۔

۵ کن حضرات کے ذریعہ مصاحف عثمانی شہروں کی طرف روانہ کئے گئے؟ اور علم قراءت کی بنیاد۔

۶ حضرت عثمان کے اقدام پر صحابہ کرام کا ردعمل۔

۷ اور کیا مصحف عثمانی سات حرفوں پر مشتمل ہے؟

اب ان سب کی تفصیلات سلسلہ وار ملاحظہ فرمائیں۔

اول: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں

کتابت قرآن اور اسکی جزوی بحثیں

علمائے متقدمین ومتاخرین میں سے اکثر اس بحث (کتابت قرآن) کو ''جمع قرآن'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور کتابت سے مراد جمع لیتے ہیں اور جمع کا لفظ دو معنوں کے لئے استعمال کرتے ہیں:۔

۱ پہلا معنی: جمع بمعنی حفظ۔ اور جُمَّاع القرآن یعنی حفاظ القرآن (قرآن کے حفظ کرنے والے)۔

۲ دوسرا معنی: جمع القرآن بمعنی کتابة القرآن۔

اور یہ دونوں ہی معنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مستعمل تھے۔

اس بحث سے یہ معلوم ہوا کہ چاہے جمع بمعنی حفظ اور جماع القرآن بمعنی حفاظ القرآن ہو اور چاہے دوسرا معنی یعنی جمع القرآن بمعنی کتابة القرآن ہو ان سب کا حاصل یہ ہے کہ اس سے مراد حفاظت قرآن ہے اس لئے اب آگے اس بحث میں حفاظت قرآن ہی کے عنوان سے بحث کی جائے گی۔

ابتدائے اسلام میں سب سے زیادہ قرآن کریم کی حفاظت کے لئے حافظہ پر زور دیا گیا، اہل عرب اپنی حیرت انگیز قوت حافظہ کی وجہ سے دنیا بھر میں ممتاز تھے ان کو صدیوں گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکنے کے بعد قرآن کریم کی وہ ہدایت نصیب ہوئی تھی جس کو وہ اپنی زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ سمجھتے تھے اس لئے انھوں نے اسے یاد رکھنے کے لئے کیا کچھ اہتمام نہ کیا ہوگا؟ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں صحابہ کرام کی ایک ایسی بڑی تعداد تیار ہوگئی جنہیں قرآن کریم ازبریاد تھا۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حفاظ قرآن کریم کی اس جماعت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن السائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ام ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوحلیمہ معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت مجمع بن جاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سلمہ بن مخلد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے کبار صحابہ شامل تھے۔

یہ تو وہ حفاظ حضرات ہیں جن کا نام روایات میں حفاظ قرآن کی حیثیت سے محفوظ رہ گیا ہے ورنہ تو ایسے صحابہ بے شمار ہوں گے جنھوں نے پورا قرآن یاد کیا تھا۔ چنانچہ صرف غزوۂ بئر معونہ میں ستر قراء صحابہ کے شہید ہونے کا ذکر روایت میں موجود ہے اور قراء سے مراد اس زمانہ میں حفاظ ہوا کرتے تھے۔

شروع شروع میں جب وحی نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے الفاظ کو اسی وقت دہرانے لگتے تھے تاکہ وہ اچھی طرح یاد ہو جائیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:۔

''لا تحرک به لسانک لتعجل به ان علینا جمعه وقرآنه''

(آپ قرآن کریم کو جلدی سے یاد کر لینے کے خیال سے اپنی زبان کو حرکت نہ دیجئے (کیونکہ) اس (قرآن) کو جمع کرنا اور پڑھوانا تو ہم نے اپنے ذمہ لیا ہے)

چنانچہ یہی ہوا کہ ادھر آپ پر آیات قرآنی نازل ہوتیں اور ادھر وہ آپ کو یاد ہو جاتیں، اس طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک قرآن کریم کا سب سے زیادہ محفوظ گنجینہ تھا۔ جس میں کسی بھی ادنی غلطی یا خطا کا امکان نہیں تھا۔ پھر آپ مزید احتیاط کے طور پر ہر سال رمضان المبارک کے ماہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قرآن سنایا کرتے تھے اور جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ دور کیا۔

غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارکہ میں قرآن کریم کی حفاظت کے لئے بنیادی طریقہ یہی اختیار کیا گیا کہ وہ زیادہ سے زیادہ صحابہ کرام کو یاد کرا دیا گیا، اس زمانہ کے حالات کے پیش نظر یہی طریقہ سب سے زیادہ محفوظ اور قابل اعتماد تھا۔

حفاظت قرآن کا اصل مدار اگرچہ حافظہ پر تھا لیکن اس کے ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی کتابت کا بھی خاص اہتمام فرمایا۔ کتابت قرآن کریم کا طریق کار حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالی نے ایک حدیث میں یہ بیان فرمایا ہے کہ:۔

''کنت اکتب الوحی لرسول اله صلی الله علیه وسلم و کان اذا نزل علیه الوحی اخذته برجاء شدید و عرقاً مثل الجمان ثم سری عنه فکنت ادخل علیه بقطعة الکتف أو کسرة فاکتب وهو یملی علی فما افرغ حتی تکاد رجلی تنکسر من نقل القرآن حتی اقول لا امشی علی رجلی ابداً فذا فرغت قال اقرأ فأقره فان کان فیه سقط اقامه ثم اخرج به الی الناس''

(میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وحی کی کتابت کرتا تھا جب آپ صلی

اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ کو سخت گرمی لگتی تھی اور آپ کے جسم اطہر پر پسینہ کے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلکنے لگتے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کیفیت ختم ہو جاتی تو میں مونڈھے کی کوئی ہڈی (یا کسی اور چیز کا) ٹکڑا لے کر خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لکھواتے رہتے اور میں لکھتا جاتا یہاں تک کہ جب میں فارغ ہوتا تو قرآن کے نقل کرنے کے بوجھ سے مجھے ایسا محسوس ہوتا جیسے میری ہڈیاں ٹوٹنے والی ہے اور میں کبھی چل نہیں سکوں گا۔ بہر حال جب میں فارغ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسکی اصلاح فرما دیتے اور پھر اسے لوگوں کے سامنے لے آتے)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے صحابہ کرام کو اس مقصد کے لئے مقرر فرمایا تھا جو حسب ضرورت کتابت وحی کے فرائض انجام دیتے تھے۔ مشہور کاتبین وحی یہ حضرات ہیں:۔

١ امیر المومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

٢ امیر المومنین سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

٣ امیر المومنین سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

٤ امیر المومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

٥ سیدنا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

٦ سیدنا حضرت عبداللہ بن ابی السرح رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

٧ سیدنا حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

٨ سیدنا حضرت خالد بن معبد بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

٩ سیدنا حضرت ابان بن سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

١٠ سیدنا حضرت حنظلہ بن الربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

١١ سیدنا حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

١٢ سیدنا حضرت عبداللہ بن ارقم الزہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

١٣ سیدنا حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۴ سیدنا حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۵ سیدنا حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۶ سیدنا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۷ سیدنا حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۸ سیدنا حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۹ سیدنا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲۰ سیدنا حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲۱ سیدنا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ثانی: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وحی کی کتابت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ کے عہد میں وحی کی کتابت زیادہ تر پتھر اور چمڑوں، کھجور کی شاخوں، بانس کے ٹکڑوں، درخت کے پتوں اور جانور کی ہڈیوں پر لکھی ہوئی تھی۔اس کی وجہ یہ تھی کہ اس زمانہ میں کاغذ کمیاب تھا اور کتابت کے لئے زیادہ تر یہی وسائل استعمال کئے جاتے تھے جس کے لئے عربی زبان میں مندرجہ ذیل الفاظ استعمال کئے گئے ہیں:۔

۱ العسب: یہ عسیب کی جمع ہے۔کھجور کی شاخیں۔

۲ اللخاف: یہ لخفہ کی جمع ہے۔سفید باریک پتھر کو کہتے ہیں۔

۳ الرقاع: یہ رقعہ کی جمع ہے۔چمڑے وغیرہ کے ٹکڑے۔تحریر کرنے کے لئے پرزے۔

۴ الکرانیف: یہ کرنافہ کی جمع ہے۔کھجور کی ٹہنی کو کاٹ لینے کے بعد تنہ میں باقی ماندہ حصہ کو کرناف کہتے ہیں۔

۵ الاکتاف: یہ کتف کی جمع ہے۔اس چوڑی ہڈی کو کہتے ہیں جو جانوروں کے شانہ میں ہوتی ہے۔

۶ الاقتاب: یہ قتب کی جمع ہے۔اس لکڑی کو کہتے ہیں جو اونٹ کے اوپر سواری کے لئے رکھا جاتا ہے۔کجاوہ۔

۷ الأضلاع: ضلع کی جمع ہے۔ پسلی کی ہڈیوں کو کہتے ہیں۔
یہ سب چیزیں وہ ہیں جو لکھنے کے کام میں لائی گئیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پورا قرآن لکھا جاچکا تھا

ثالث: تاریخ ہمیں بتلاتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پورا قرآن لکھا جاچکا تھا، لیکن وہ کتابی شکل میں ایک جگہ موجود نہیں تھا بلکہ متفرق پارچوں کی شکل میں تھا، اس کے علاوہ بعض صحابہ کرام نے بھی اپنی یادداشت کے لئے قرآن کریم کی آیات اپنے پاس لکھ لیتے تھے اور یہ سلسلہ بالکل ابتدائی دور سے جاری تھا۔ اس کی ایک مثال صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:۔

''ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نهی ان یسافر با لقرآن الی ار ض العدو''

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کو لے کر دشمن کی زمین میں سفر کرنے سے منع فرمایا)

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لکھے ہوئے صحیفے موجود تھے لیکن کتابی شکل میں یکجا نہیں تھے بلکہ متفرق صحابہ کرام کے پاس پھیلے ہوئے تھے۔

رابع: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کو ایک ہی جگہ کتابی شکل میں جمع کرنے کا حکم نہیں فرمایا اس کی دو وجہ ہوسکتی ہے۔

۱ پہلی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو دوسری آسمانی کتابوں کے مقابلہ میں یہ امتیاز عطا فرمایا تھا کہ اس کی حفاظت قلم اور کاغذ سے زیادہ حفاظ کے سینوں سے کرائی جائے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے آپ نے فرمایا:۔

''و منزل علیک کتاباً لا یغسله الماء''

(میں تم پر ایک ایسی کتاب نازل کرنے والا ہوں جسے پانی نہیں دھو سکے گا)

۲ دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم چونکہ ایک ہی دفعہ پورا کا پورا نازل نہیں ہوا ہے بلکہ اس کی مختلف آیات ضرورت اور حالات کی مناسبت سے نازل کی جاتی رہی ہیں اس لئے عہد رسالت میں یہ ممکن نہیں تھا کہ شروع ہی سے اسے کتابی شکل میں لکھ کر محفوظ کرلیا جائے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا:

''قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يكن القر آن جمع في شئى''

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو قرآن مجید کسی ایک چیز میں ایک جگہ جمع نہیں تھا)

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

''انما لم يجمع صلى الله عليه وسلم القر آن في المصحف لما كان يترقبه من ورود ناسخ لبعض احكامه ، أو تلاوته فلما انقضى نزوله بوفاته عليه الصلاة و السلام ألهم الله الخلفاء الراشدين ذلك، وفاء بوعده الصادق بضمان حفظه على هذه الامة فكان ابتداء ذٰلك على يد الصديق بمشورة عمر''

(آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو مصحف میں بذات خود اس لئے نہیں جمع فرمایا کہ آپ کو اس کا انتظار تھا کہ بعض احکام یا کسی آیت کی تلاوت کا کوئی ناسخ آجائے ، لہٰذا جب آپ کی وفات کی وجہ سے نزول قرآن کا سلسلہ ختم ہوگیا تو اللہ تعالی نے خلفائے راشدین کو اس کا الہام فرمایا تا کہ اس کا وہ سچا وعدہ پورا ہو جو اس نے اس کی حفاظت کے لئے فرمایا ہے، چنانچہ اس کی ابتداء حضرت صدیق کے ہاتھوں حضرت عمر کے مشورہ سے ہوئی)۔

ثانی: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جمع قرآن اوراس کی تدوین اوراس پر مشتمل بحثیں۔

اول: یہ بات پہلے بیان کی جاچکی ہے کہ قرآن کی حفاظت کا زیادہ تر دارومدار صحابہ کرام کی یادداشت پر موقوف تھا، یہ الگ بات ہے کہ وہ آیتیں وحی آنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے لکھ بھی لی جاتی تھیں لیکن وہ لکھی ہوئی تختیاں اور پارچے ایک جگہ نہیں تھے۔ کسی صحابی کے پاس ایک سورت لکھی ہوتی تو کسی کے پاس دس پانچ سورتیں اوراس میں بھی بعض صحابہ کرام کے پاس آیات کے ساتھ تفسیری جملے بھی لکھے ہوئے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں کون سے محرکات نے اس کارنامہ کوانجام دیا اسکی تفصیل بخاری نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح روایت فرمائی ہے:۔

''زید بن ثابت ارسل الی ابو بکر مقتل اهل اليمامة فاذا عمر بن الخطاب عنده فقال ابو بكر ان عمر اتانی فقال : ان القتل قد استحر بقراء القر آن و انی أخشی ان يستحر القتل بالقراء فی المواطن فيذهب كثير من القر آن و انی أری أن تأمر بجمع القرآن . فقلت لعمر : كيف نفعل شيئاً لم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم ؟ قال عمر : هو والله خير ، فلم يزل يراجعنی حتی شرح الله صدری لذلک و رأيت فی ذلک الذی رأی عمر ، قال زيد: قال ابو بكر : انک شاب عاقل ، لا نتهمک ، وقد كنت تكتب الوحی لرسول الله صلى الله عليه

وسلم فتتبع القر آن ، فاجمعه .فو اللّٰه لو كلفونى نقل جبل من الجبال ما كان أثقل على مما أمرونى به من جمع القرآن .قلت : كيف تفعلان شيئاً لم يفعله رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ؟ قال : هو و اللّٰه خير ، فلم يزل ابو بكر يراجعنى حتى شرح اللّٰه صدرى للذى شرح به صدر أبى بكر و عمر . فتتبعت القرآن أجمعه من العسب و اللخاف و صدور الرجال ووجدت آخر سورة التوبة مع ابى خزيمة الأنصارى لم أجد ها مع غيره :"لقد جاء كم رسول "حتى خاتمة براءة"

(حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جنگ یمامہ کے فوراً بعد حضرت ابوبکر — رضی اللہ تعالیٰ عنہ — نے ایک روز مجھے پیغام بھیج کر بلوایا۔ میں ان کے پاس پہنچا تو وہاں حضرت عمر — رضی اللہ تعالیٰ عنہ — بھی موجود تھے۔ حضرت ابوبکر نے مجھ سے فرمایا کہ عمر نے ابھی آکر مجھ سے یہ بات کہی ہے کہ جنگ یمامہ میں قرآن کریم کے حفاظ کی ایک بڑی جماعت شہید ہوگئی ہے اور اگر مختلف مقامات پر قرآن کریم کے حفاظ اسی طرح شہید ہوتے رہے تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں قرآن کریم کا ایک بڑا حصہ ناپید نہ ہو جائے۔ لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ آپ اپنے حکم سے قرآن کریم کو جمع کروانے کا کام شروع کر دیں۔

میں نے عمر سے کہا: جو کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا وہ ہم کیسے کریں؟ عمر نے جواب دیا کہ خدا کی قسم یہ کام بہتر ہی بہتر ہے۔ اس کے بعد عمر مجھ سے بار بار یہی کہتے رہے یہاں تک کہ مجھے بھی اس پر شرح صدر ہو گیا اور اب میری رائے بھی وہی ہے جو عمر کی ہے۔

اس کے بعد ابوبکر — رضی اللہ تعالیٰ عنہ — نے مجھ سے فرمایا کہ تم جوان ہو اور سمجھدار آدمی ہو، ہمیں تمہارے بارے میں کوئی بدگمانی نہیں ہے اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کتابت وحی کا کام بھی کرتے رہے ہو لہٰذا تم قرآن کریم کی آیتوں کو تلاش کر کر کے انہیں جمع کرو۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر یہ حضرات مجھ کو پہاڑ ڈھونے کا حکم دیتے تو مجھ پر اس کا اتنا بوجھ نہ ہوتا جتنا جمع قرآن کے کام کا ہوا۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ وہ کام کیسے کر رہے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ حضرت ابوبکر نے فرمایا: خدا کی قسم یہ کام بہتر ہی بہتر ہے۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر مجھ سے بار بار یہی کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ اسی رائے کے لئے کھول دیا جو حضرت ابوبکر اور عمر کی رائے تھی۔ چنانچہ میں نے قرآنی آیات کو تلاش کرنا شروع کیا اور کھجور کی شاخوں، پتھر کی تختیوں اور لوگوں کے سینوں سے قرآن کو جمع کیا اور میں نے سورۂ توبہ کی آخری آیتیں ''لقد جاء کم رسول''، ختم سورۂ براءت تک صرف حضرت خزیمہ انصاری ہی کے پاس پایا)

۲ حضرت زید بن ثابت بن ضحاک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول ہیں، یہ بہت ہی سمجھدار اور ذکی نوجوان تھے، انیس سال کی عمر میں سریانی زبان سیکھ لی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے حیات مبارکہ میں حافظ قرآن ہو گئے تھے، کاتب وحی ہیں۔ صدق، عفت، امانت، تعلیم وتعلم اور تفقہ فی الدین میں مشہور تھے یہاں تک کہ آپ کو مدینہ کا قاضی اور مفتی اور قراءت اور فرائض میں امیر بنادیا گیا تھا، ان کے بارے مین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''أفرض امتی زید بن ثابت''

۳ جمع قرآن کے سلسلہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طریق کار نہایت ہی محتاط تھا۔ اولاً بنیادی طور پر تو انھوں نے جمع قرآن میں دو چیزوں کو اساس اور بنیاد بنایا۔ اس میں سے ایک حفاظ کرام تھے جن کے سینوں میں قرآن کریم محفوظ تھا اور دوسرے وہ صحیفے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لکھ لئے گئے تھے۔

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی حافظ تھے لہٰذا وہ اپنی یادداشت سے پورا قرآن لکھ سکتے تھے اور پھر سینکڑوں حفاظ صحابہ کرام بھی موجود تھے ان کی ایک کمیٹی تشکیل کر کے جمع کروا سکتے تھے، نیز قرآن کریم کے جو مکمل نسخے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لکھے گئے تھے ان کو بھی یکجا کرا

(کہ بظاہر یہ گواہیاں اس بات پر بھی لی جاتی تھیں کہ یہ لکھی ہوئی آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے سال پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کردی گئی تھی) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق کردی تھی کہ یہ ان حروف سبعہ کے مطابق ہے جن پر قرآن کریم نازل ہوا ہے۔

۴ اس کے بعد ان لکھی ہوئی آیتوں کا ان مجموعوں کے ساتھ مقابلہ کیا جاتا تھا جو مختلف صحابہ نے تیار کر رکھے تھے۔ امام ابوشامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس طریق کار کا مقصد یہ تھا کہ قرآن کریم کی کتابت میں زیادہ سے زیادہ احتیاط سے کام لیا جائے اور صرف حافظہ پر اکتفاء کرنے کے بجائے بعینہٖ ان آیات سے نقل کیا جائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھی گئی تھیں۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرتب کردہ اس نسخہ کی خصوصیات

۱ ہر سورت علیٰحدہ علیحدہ صحیفے میں لکھی گئی، اصطلاح میں اس نسخہ کو ''اُمّ'' کہا جاتا ہے۔

۲ اس نسخہ میں آیات قرآنی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی آیت کے مطابق مرتب تھیں لیکن سورتیں مرتب نہ تھیں۔

۳ اس نسخہ میں ساتوں حروف جمع تھے۔

۴ یہ نسخہ ''خط حمیری'' میں لکھا گیا تھا۔

۵ اس میں صرف وہ آیتیں لکھی گئیں تھیں جن کی تلاوت منسوخ نہیں ہوئی تھی۔

۶ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس عظیم کارنامہ میں سب کے سب موافق ہیں اور صرف موافق ہی نہیں بلکہ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ کسی نے بھی مخالفت نہیں فرمائی، جن صحابہ کے پاس جو کچھ قرآن کریم میں سے موجود تھا وہ انتہائی خوشدلی اور اطمینان قلب کے ساتھ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے کر آرہے تھے، حضرت عمر جیسے عظیم الشان صاحب الرائے اور زید بن ثابت جیسے جلیل القدر علمی مرتبت والے صحابہ نے کہ جن کی وقعت اور جن کا ایک وزن

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دلوں میں تھا اس عظیم کارنامہ کا بیڑہ اٹھایا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

''اعظم الناس فی المصاحف أجرا ابو بکر ، رحمه اللّٰہ علی ابی بکر هو أول من جمع کتاب اللّٰہ''

(مصاحف کے سلسلہ میں سب سے زیادہ اجر ابو بکر کے لئے ہے، اللہ ابو بکر پر رحمت نازل فرمائے، وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اللہ کی کتاب کو جمع کیا)

۵ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لکھوائے ہوئے یہ صحیفے آپ کی حیات میں آپ کے پاس رہے پھر اس کے بعد خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس رہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی وصیت کے مطابق انہیں ام المونین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس منتقل کر دیا گیا، پھر مروان بن حکم نے اپنے عہد حکومت میں حضرت حفصہؓ سے یہ صحیفے طلب کئے تو انھوں نے دینے سے انکار کر دیا، یہاں تک کہ جب حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوگئی تو مروان ان کے جنازہ میں حاضر ہوا اور حضرت حفصہ کے بھائی حضرت عبد اللہ بن عمر سے وہ صحیفے منگوائے اور انہیں اس خیال سے نذر آتش کر دیا کہ اب اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ رسم الخط اور ترتیب سور کے لحاظ سے حضرت عثمان کے تیار کرائے ہوئے مصاحف کی اتباع لازم ہے اور کوئی ایسا نسخہ باقی نہ رہنا چاہئے جو ان کے رسم الخط اور ترتیب کے خلاف ہو۔

ثالث: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں جمع قرآن اور اس پر مشتمل ابحاث

ا اس کا بنیادی سبب تو حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بارے میں گفتگو فرمائی —— جس کی تفصیل انشاء اللہ آگے آئے گی —— لیکن اس سے بھی بڑا جو سبب ہوا وہ یہ کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ وقت ہوئے تو اس وقت اسلام روم اور ایران جیسے دور دراز علاقوں کو اپنے دامن رحمت میں لے چکا تھا، ہر نئے علاقہ کے لوگ جب مسلمان ہوتے تو وہ نو مسلم انہیں مجاہدین اسلام یا تاجروں سے قرآن کریم سیکھتے جن کی بدولت انہیں یہ دولت عظمیٰ حاصل ہوتی تھی۔ چونکہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا تھا اور مختلف صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف قراءتوں کو سیکھا تھا اس لئے جس شاگرد نے جس قراءت کو سیکھا تھا اسی کے مطابق اس نے دوسرے کو پڑھایا۔ جن لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے تو ان کے اندر کوئی اختلاف اور کوئی خرابی نہیں پیدا ہوئی لیکن جن لوگوں کو یہ بات نہ معلوم ہو سکی وہ لوگ اختلاف میں پڑ گئے، اب لوگ ایک دوسرے کی قراءت پر جھگڑنے لگے اور ایک دوسرے کی قراءت کو غلط اور صحیح قرار دینے لگے، اس کی تفصیل حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالی عنہ کی گفتگو میں ہے جو روایات حدیث میں محفوظ ہے اور بخاری نے اس کو روایت کیا ہے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالی عنہ آرمینیا اور آذربائیجان کے محاذ پر جہاد میں مشغول تھے، وہاں انھوں نے دیکھا کہ لوگوں میں قرآن کریم کی قراءتوں کے بارے میں اختلاف ہو رہا ہے، چنانچہ مدینہ طیبہ واپس آتے ہی وہ سیدھے حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس پہنچے اور جا کر عرض کیا کہ امیر المومنین قبل اس کے کہ یہ امت اللہ کی کتاب کے بارے میں یہود و نصاری کی طرح اختلافات کا شکار ہو آپ اس کا علاج

کیجئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ بات کیا ہے؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں کہا کہ میں آرمینیا کے محاذ پر جہاد میں شامل تھا وہاں میں نے دیکھا کہ شام کے لوگ ابی بن کعب کی قراءت پڑھتے ہیں جو اہل عراق نے نہیں سنی ہوئی ہے اور اہل عراق عبداللہ بن مسعود کی قراءت پڑھتے ہیں جو اہل شام نے نہیں سنی ہوئی ہے اور اس کے نتیجہ میں ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی اس خطرے کا احساس پہلے ہی کر چکے تھے، انہیں یہ اطلاع ملی تھی کہ خود مدینہ طیبہ میں ایسے واقعات پیش آئے ہیں کہ قرآن کریم کے ایک معلم نے اپنے شاگردوں کو ایک قراءت کے مطابق قرآن پڑھایا اور دوسرے معلم نے دوسری قراءت کے مطابق، اس طرح مختلف اساتذہ کے شاگرد جب باہم ملتے ہیں تو ان میں اختلاف ہوتا ہے اور بعض مرتبہ یہ اختلاف اساتذہ تک پہنچ جاتا ہے اور وہ بھی ایک دوسرے کی قراءت کو غلط قرار دیتے ہیں۔

ان جھگڑوں سے تو ایک طرف یہ خطرہ تھا کہ لوگ قرآن کریم کی متواتر قراءتوں کو غلط قرار دینے کی سنگین غلطی میں مبتلا ہو گئے اور دوسری طرف یہ کہ حضرت زید کے لکھے ہوئے نسخہ کے علاوہ جو مدینہ منورہ میں تھا کوئی دوسرا نسخہ جو پوری امت کے لئے حجت اور دلیل بن سکے موجود نہ تھا۔ جو نسخے تھے بھی وہ انفرادی طور پر لکھے ہوئے تھے اور ان میں ساتوں حروف کو جمع کرنے کا کوئی اہتمام نہیں تھا، اس لئے ان جھگڑوں کے تصفیہ کے لئے قابل اعتماد صورت یہی تھی کہ ایسے نسخے پورے اسلامی دنیا میں پھیلا دئے جائیں جن میں ساتوں حروف جمع ہوں۔ اس کام کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام جلیل القدر صحابہ کو جمع کیا اور ان سے مشورہ طلب کیا اور فرمایا کہ:۔

”فقد بلغنی ان بعضهم یقول: ان قراء تی خیر من قر أ تک و هذا یکاد یکون کفراً، قلنا فما تری؟؟ قال: أری ان یجمع الناس علی مصحف واحد فلا تکون فرقه ولا اختلاف، قلنا: نعم ما رأیت“

(مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ بعض لوگ ایکدوسرے سے اس قسم کی باتیں کہتے

ہیں کہ میری قراءت تمہاری قراءت سے بہتر ہے اور یہ بات کفر کی حد تک پہنچ سکتی ہے، لہٰذا آپ لوگوں کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟ صحابہ نے خود حضرت عثمان سے پوچھا کہ آپ نے کیا سوچا ہے؟ حضرت عثمان نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہم تمام لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کردیں تاکہ کوئی اختلاف اور افتراق پیش نہ آئے۔ صحابہ نے اس رائے کو پسند کر کے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تائید فرمائی)۔

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو جمع کر کے ایک خطبہ دیا اور اس میں فرمایا کہ: ''تم لوگ مدینہ طیبہ میں میرے قریب ہوتے ہوئے قرآن کریم کی قرائتوں کے بارے میں ایک دوسرے کی تکذیب اور ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہو اس سے ظاہر ہے کہ جو لوگ مجھ سے دور ہیں وہ تو اور زیادہ تکذیب اور اختلاف کرتے ہوں گے، لہٰذا تمام لوگ مل کر قرآن کریم کا ایک ایسا نسخہ تیار کریں جو سب کے لئے واجب الاقتداء ہو''

۲ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عظیم الشان کام کے لئے چار صحابہ کرام کو منتخب فرمایا:۔

۱ حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۳ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۴ حضرت عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ان چاروں صحابہ میں سے ایک حضرت زید بن ثابت الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصاری صحابی تھے باقی تین صحابہ قریش میں سے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا: جب تمہارا اور زید کا قرآن کریم کے کسی حصہ میں اختلاف ہو (یعنی اس میں اختلاف ہو کہ کونسا لفظ کس طرح لکھا جائے) تو اسے قریش کی زبان کے مطابق لکھنا اس لئے کہ قرآن کریم انہیں کی زبان میں نازل ہوا ہے۔

بنیادی طور پر انہی چاروں حضرات کے سپرد یہ کام کیا گیا تھا لیکن بعد میں ان

حضرات کی مدد کے لئے دوسرے صحابہ کو بھی ساتھ میں لگا دیا گیا تھا۔ ابن ابی داؤد کی روایت کے مطابق ان حضرات کی تعداد بارہ تک پہنچ گئی تھی۔ جن میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت کثیر بن افلح رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت مالک بن ابی عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔

۳ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ کے پاس —— حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ کے جو صحیفے موجود ہیں —— وہ ہمارے پاس بھیج دیجئے ہم ان کو مصاحف میں نقل کر کے آپ کو واپس کر دیں گے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا نے وہ صحیفے حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس بھیج دئے۔

اب ان حضرات نے بنیادی طور پر نیا نسخہ جمع کرنے کے لئے تو انہیں صحیفوں کو سامنے رکھا جو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانہ میں لکھے گئے تھے اور مزید احتیاط کے طور پر وہ صحائف جو مختلف صحابہ کرام کے پاس موجود تھے انہیں دوبارہ طلب کیا گیا اور ان کے ساتھ از سر نو مقابلہ کر کے نئے نسخے تیار کئے گئے۔ اس مرتبہ سورۂ احزاب کی ایک آیت ''من المؤمنین رجال صدقوا ماعا هدوا الله علیه ''علیحدہ لکھی ہوئی صرف حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ملی۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

''فقد آیة من الاحزاب حین نسخنا المصحف قد کنت اسمع رسول الله صلی الله علیه وسلم یقرأ بها فالتمسنا ها فوجدنا ها مع خزیمة بن ثابت الانصاری''

(مجھے مصحف لکھتے وقت سورۂ احزاب کی یہ آیت نہ ملی جو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے ہوئے سنا کرتا تھا، ہم نے اسے تلاش کیا تو وہ خزیمہ بن ثابت انصاری کے پاس ملی)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جو نسخہ تیار ہوا تھا اس میں سورتیں مرتب نہ تھیں بلکہ ہر سورت الگ الگ لکھی ہوئی تھیں، ان حضرات نے تمام سورتوں کو ترتیب کے ساتھ ایک ہی مصحف میں لکھا۔ قرآن کریم کی آیات اس طرح لکھیں کے ان کے رسم الخط میں تمام متواتر قراءتیں سما جائیں اسی لئے ان پر نقطے نہ لگائے گئے تھے اور نہ حرکات لگا گئے تھے تا کہ اسے تمام متواتر قراءتوں کے مطابق پڑھا جا سکے۔ مثلاً "سسرھا" لکھا تا کہ "ننشزھا" اور "ننشرھا" دونوں طرح پڑھا جا سکے کیونکہ یہ دونوں قراءتیں درست ہیں۔

قرآن کریم کے یہ متعدد معیاری نسخے تیار فرمانے کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ تمام انفرادی نسخے نذر آتش کر دئے جو مختلف صحابہ کے پاس موجود تھے تا کہ رسم الخط مسلمہ قراٰتوں کے اجتماع اور سورتوں کی ترتیب کے اعتبار سے تمام مصاحف یکساں ہو جائیں اور ان میں کوئی اختلاف باقی نہ رہے۔

۴ ابھی تک قرآن کریم کا مکمل معیاری نسخہ جو پوری امت کے اجماعی تصدیق سے مرتب کیا گیا ہو صرف ایک ہی تھا، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نسخہ کی مشہور قول کے مطابق پانچ نقلیں تیار کیں۔ ابو حاتم بجستانی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق کل سات نسخے تیار کئے گئے تھے جس کو ایک ایک مکہ مکرمہ، شام، یمن، بحرین، بصرہ اور کوفہ میں بھیجا گیا۔ اور ایک مدینہ منورہ میں محفوظ رکھا گیا۔

علم قراءت کی بنیاد

۵ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مصاحف عالم اسلام کے مختلف خطوں میں روانہ کئے تو ان کے ساتھ ایسے قرائے کرام کو بھی بھیجا جو ان کی تلاوت سکھا سکیں، چنانچہ یہ قراء جب مختلف علاقوں میں پہنچے تو انھوں نے اپنی اپنی قراءت کے مطابق لوگوں کو قرآن کریم کی تعلیم دی اور ان مختلف استاذوں کی قراءتیں لوگوں میں پھیل گئیں۔ وہ قراء جو مصاحف عثمانی کے ساتھ ملکوں کو بھیجے گئے ہیں ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:۔

۱ حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو مدینہ منورہ میں قراءت کی تعلیم ۔ کے لئے مامور کیا گیا۔

۲ حضرت عبداللہ بن السائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکرمہ مصحف عثمانی کا ایک نسخہ لے کر روانہ کیا گیا۔

۳ حضرت مغیرہ بن شہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شام میں ایک نسخہ دے کر روانہ کیا گیا۔

۴ حضرت ابوعبدالرحمٰن السلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ میں ایک نسخہ دے کر روانہ کیا گیا۔

۵ حضرت عامر بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بصرہ میں ایک نسخہ دے کر بھیجا گیا۔

اسی طرح ان مختلف قراء کی مختلف قراءتیں لوگوں میں پھیل گئیں، بعض حضرات نے مختلف قراءتوں کو یاد کرنے اور دوسروں کو سکھانے ہی کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں اور اس طرح ''علم قراءت'' کی بنیاد پڑی ہے، اور ہر علاقہ کے لوگ اس علم میں کمال حاصل کرنے کے لئے ائمہ قراءت سے رجوع کرنے لگے۔ اس سلسلہ میں ایک اصولی ضابطہ پوری امت میں مسلّم تھا اور ہر جگہ اسی کے مطابق عمل ہوتا تھا اور وہ یہ کہ صرف وہ ''قراءت'' قرآن ہونے کی حیثیت سے قبول کی جائے گی جس میں تین شرائط پائی جاتی ہوں:۔

۱ مصاحف عثمانی کے رسم الخط میں اس کی گنجائش ہو۔

۲ عربی صرف ونحو کے قواعد کے مطابق ہو۔

۳ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہو اور وہ قراءت ائمہ قراءت میں مشہور رہو۔

اس اصول کی بنیاد پر متواتر قراءتوں کی ایک بڑی تعداد نسلاً بعد نسل ہوتی رہی۔ اور بعض اوقات یہ بھی ہوا کہ ایک امام نے ایک یا چند قراءتوں کو اختیار کر کے انہیں کی تعلیم دینی شروع کر دی اور وہ قراءت ان امام کے نام سے مشہور ہوگئی۔ پھر علماء نے

ان قراءتوں کو جمع کرنے کے لئے کتابیں لکھیں جن میں سب سے پہلے امام ابوعبید قاسم ابن سلام رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو حاتم سجستانی رحمۃ اللہ علیہ، قاضی اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو جعفر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اس فن پر کتابیں مرتب کیں جن میں بیس سے زائد قراءتیں جمع ہوگئیں تھیں۔ پھر علامہ ابوبکر احمد بن موسیٰ بن عباس ابن مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب لکھی جس میں انھوں نے صرف سات قراءتیں جمع کیں۔ یہ کتاب اتنی معروف ہوئی کہ سات قراء کی قراءتیں دوسرے قاریوں کے مقابلہ میں زیادہ مشہور ہوگئیں۔ وہ ساتوں قراء یہ ہیں:۔

۱ حضرت عبداللہ بن کثیر الداری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۰ھ) آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی تھی۔ آپ کی قراءت مکہ میں زیادہ مشہور ہوئی۔ آپ کی قرا ٕت کے راویوں میں بزّی اور قنبل بہت مشہور ہیں۔

۲ حضرت نافع بن عبدالرحمٰن بن ابی نعیم (متوفی ۱۶۹ھ) آپ نے ستر ایسے تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے استفادہ کیا تھا جنھوں نے براہ راست حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد تھے ان کی قراءت مدینہ میں زیادہ مشہور ہوئی، آپ کے راویوں میں ابوموسیٰ قالون (متوفی ۲۲۰ھ) اور ابوسعید ورش رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۷ھ) مشہور ہوئے۔

۳ حضرت عبداللہ الیحصبی جو ابن عامر —— رحمۃ اللہ علیہ —— کے نام سے معروف ہیں (متوفی ۱۱۸ھ) آپ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی تھی اور فن قراءت حضرت مغیرہ بن شہاب مخزومی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا تھا اور یہ حضرت عثمان کے شاگرد تھے، آپ کی قراءت زیادہ شام میں رائج ہوئی، انکے راویوں میں ہشام اور ذکوان زیادہ مشہور ہوئے۔

۴ ابوعمرو زبان بن العلاء بن عمار رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۵۴ھ) آپ نے حضرت مجاہد اور سعید بن جبیر کے واسطہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابی

بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔آپ کی قراءت بصرہ میں کافی مشہور ہوئی۔آپ کی قراءت کے راویوں میں ابو عمر الدوری (متوفی ۲۴۶ھ) اور ابوشعیب سوسی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۶۱ھ) مشہور ہیں۔

۵ حمزہ بن حبیب الزیات مولیٰ عکرمہ بن ربیع التیمی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۸۸ھ) یہ سلیمان اعمش رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں اور حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ یحییٰ بن وثاب رحمۃ اللہ علیہ کے اور حضرت یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ زر بن حبیش رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں اور زر بن حبیش رحمۃ اللہ علیہ نے امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفادہ کیا تھا۔آپ کے راویوں میں خلف بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۸۸ھ) اور خلاد بن خالد رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۲۰ھ) مشہور ہیں۔

۶ عاصم ابن ابی النجود الاسدی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۷ھ)۔آپ نے حضرت حبیش رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور ابوعبدالرحمٰن سلمی کے واسطہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے شاگرد ہیں، آپ کے راویوں میں شعبہ بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۳ھ) اور حفص بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۸۰ھ) زیادہ مشہور ہیں۔آج کل عام طور سے حضرت امام عاصم رحمۃ اللہ علیہ کی قراءت بروایت حفص رحمۃ اللہ علیہ پڑھی پڑھائی جاتی ہے اور اسی کی تلاوت ہوتی ہے۔

۷ ابوالحسن علی بن حمزہ الکسائی النحوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۸۹ھ) ان کے راویوں میں ابوالحارث مروزی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۴۰ھ) اور ابوعمر الدوری زیادہ مشہور ہیں۔

ان سات قراء کے علاوہ اور بھی کئی قراءتیں متواتر اور صحیح ہیں، چنانچہ علامہ شذائی رحمۃ اللہ علیہ اور ابوبکر بن مہران رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے سات کے بجائے دس قراءتیں ایک کتاب میں جمع فرمائیں۔ان دس قراءتوں میں ان سات کے علاوہ مندرجہ

ذیل تین حضرات کی قراءتیں بھی شامل کی گئیں :۔

۱ یعقوب بن اسحاق حضرمی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۲۵ھ)

۲ خلف بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۰۵ھ)

۳ ابو جعفر یزید بن القعقاع رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۰ھ)

۶ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ عظیم کارنامہ تنہا اپنے رائے سے نہیں انجام دیا بلکہ اس کار عظیم کے لئے انھوں نے کبار صحابہ، حفاظ، قراء کی ایک جماعت تشکیل دی اور اللہ تعالیٰ کے قول ''وشاورھم فی الامر'' پر عمل کرتے ہوئے ان سے مشورہ کیا اور انہیں میں سے جلیل القدر اور فضلائے صحابہ کو اس کام پر مامور فرمایا۔ اور پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ کے اس کارنامہ کو پوری امت نے بہ نظر استحسان دیکھا اور تمام صحابہ کرام نے اس کام میں ان کی تائید اور حمایت فرمائی سوائے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ کے کہ ان کو اس معاملہ میں کچھ رنجش تھی جس کے اسباب مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کی ذاتیات سے تعلق رکھتے تھے جس کی تفصیل ''سبعۃ احرف'' کے بیان میں کی جائے گی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :۔

''لا تقولوا فی عثمان الا خیراً فواللّٰہ ما نقل الذی فعل فی المصاحف الا عن ملأ منا'' (عثمان کے بارے میں کوئی بات ان کی بھلائی کے سوا نہ کہو کیونکہ اللہ کی قسم انھوں نے مصاحف کے معاملہ میں جو کام کیا وہ ہم سب کی موجودگی میں —— اور مشورہ سے —— کیا)

۷ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمع قرآن میں ساتوں حروف کو باقی رکھایا کسی ایک ہی حرف پر لکھوایا اور باقی کو ترک فرمادیا یہ بحث بہت ہی معرکۃ الآرا اور طویل ہے اور علوم قرآن میں یہ مشکل ترین مباحث میں سے ہے۔

سبعۃ اُحرف (سات حروف)

اس کے جاننے سے پہلے کہ مصحف عثمانی ساتوں حروف پر مشتمل ہے یا نہیں یہ

معلوم کرنا ضروری ہے کہ "سات حروف" کس کو کہتے ہیں اور اس سے کیا مراد ہے؟

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنو غفار کے تالاب کے پاس تھے "عن ابی بن کعب ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان عند أجناة بنی غفار ، قال : فأتاه جبرئیل علیه السلام فقال : ان اللّٰه یأمرک أن تقرأ امتک القر آن علی حرف ، فقال : اسأل الله معافاته و مغفرته و ان امتی لا تطیق ذلک ، ثم اتاه الثانیة ،فقال : ان الله یأمرک ان تقرأ امتک القرآن علی حرفین فقال : اسأ ل الله معا فاته و مغفرته و ان امتی لا تطیق ذلک ، ثم جاء الثالثة فقال : ان الله یأمرکُ ان تقرأ امتک القرآن علی ثلاثة احرف فقال : اسأل الله معافاته و مغفرته و ان امتی لا تطیق ذلک ، ثم جاء ہ الرابعة ، فقال : ان الله یأمرک ان تقرأ امتک القرآن علی سبعة احرف فأیما حرف قرأ وا علیه فقد اصابوا " (مسلم، باب ان القرآن نزل علی سبعة احرف، ۲۷۳ جلد اول)

(کہ حضور — صلی اللہ علیہ وسلم — کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ کی (ساری) امت قرآن کریم کو ایک ہی حرف پر پڑھے اس پر آپ نے فرمایا کہ میں اللہ سے معافی اور مغفرت مانگتا ہوں، میری امت میں اس کی طاقت نہیں ہے، پھر جبرئیل علیہ السلام دوبارہ آپ کے پاس آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ کی امت قرآن کریم کو دو حرفوں پر پڑھے، آپ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے معافی اور مغفرت مانگتا ہوں، میری امت میں اس کی طاقت نہیں ہے۔ پھر وہ تیسری بار آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ کی امت قرآن کریم کو تین حروف پر پڑھے، آپ نے پھر فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے معافی اور مغفرت چاہتا ہوں، میری امت میں اس کی طاقت نہیں ہے۔ پھر وہ چوتھی بار آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ کی امت قرآن کو سات حروف پر

پڑھے، پس جس حرف پر پڑھیں گے ان کی قراءت درست ہوگی)

ایک حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

''ان ھذ القرآن انزل علی سبعۃ احرف فاقرؤوا ما تیسر منہ''

(یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے پس ان میں سے جو تمہارے لئے آسان ہو اس طریقہ سے پڑھ لو)۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ''قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے'' سات حروف سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے، ہم یہاں پر اہل علم کے چند اقوال تحریر کرتے ہیں۔

۱ بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے مشہور قاریوں کی قراءتیں مراد ہیں۔ لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم کی متواتر قراءتیں ان سات قراءتوں میں منحصر نہیں ہیں بلکہ اور بھی متعدد قراءتیں تواتر کے ساتھ ثابت ہیں۔

۲ ''سات'' کے لفظ سے ''سات'' کا مخصوص عدد مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد کثرت ہے اور عربی زبان میں سات کا لفظ محض کسی چیز کی کثرت بیان کرنے کے لئے اکثر استعمال ہو جاتا ہے۔ یہاں پر حدیث کا مقصد یہ ہے کہ قرآن کریم بہت سے طریقوں سے نازل ہوا ہے، قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک ہے۔ یہ قول حدیثِ ابی بن کعب اور دوسری حدیث سے قابل قبول نہیں ہے کیونکہ وہاں سات سے مراد محض کثرت نہیں ہے بلکہ سات کا مخصوص عدد ہے۔

۳ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ سات حروف سے مراد قبائل عرب کے سات لغات ہیں کہ ہر قبیلہ میں تھوڑا تھوڑا زبان اور لغات کا فرق تھا تو اللہ تعالی نے ان کی رعایت میں قرآن کریم کو سات لغات میں نازل فرمایا۔ امام ابو حاتم بجستانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان قبائل کے نام بھی معین کر کے بتائے ہیں جو یہ ہیں:۔

(۱) قریش (۲) ہذیل (۳) تیم الرباب (۴) ازد (۵) ربیعہ (۶) ہوازن (۷) اور سعد بن بکر۔

حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے بعض حضرات سے نقل کر کے ان کی جگہ یہ قبائل کے نام بتائے ہیں:۔

(۱) ہذیل (۲) کنانہ (۳) قیس (۴) ضبہ (۵) تیم الرباب (۶) اسد ابن خزیمہ (۷) اور قریش۔

لیکن بہت سے محققین نے اس قول کی بھی تردید کی ہے جس میں حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ہیں اسلئے کہ عرب کے قبائل تو بہت تھے ان میں سے صرف ان سات کا انتخاب کیوں فرمایا؟ اور دوسری وجہ یہ ہے جس کا مفصل واقعہ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت ہشام بن حکیم رضی اللہ تعالی عنہ کے درمیان قرآن کریم کی تلاوت میں اختلاف ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی تصدیق فرمائی اور وجہ یہ بتائی کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے حالانکہ یہ دونوں حضرات قریش تھے۔

۴ محققین علماء کے نزدیک اس کا راجح مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کی جو قراءتیں اللہ تعالی کی طرف سے نازل ہوئی ہیں ان میں باہمی فرق اور اختلاف کل سات قسموں پر مشتمل ہے:۔

۱ اسماء کا اختلاف: جس میں افراد، تثنیہ و جمع، تذکیر و تانیث دونوں کا اختلاف داخل ہے، اس کی مثال "تمت کلمت ربک" ہے دوسری قراءتوں میں "تمت کلمات ربک" پڑھا گیا ہے۔

۲ افعال کا اختلاف: کسی قراءت میں صیغہ ماضی ہو، کسی میں مضارع اور کسی میں امر، جیسے "ربنا باعد بین اسفارنا" کہ یہی ایک دوسری قراءت میں "ربنا بعد بین اسفارنا" بھی آیا ہے۔

۳ وجوہ اعراب کا اختلاف: اعراب یا حرکات مختلف قراءتوں میں مختلف ہوں، جیسے "ولا یضارَّ کاتب" اور "ولا یضارُّ کاتب" اور "ذو العرش المجیدُ" اور "ذو العرش المجیدِ"۔

۴ الفاظ کی کمی بیشی کا اختلاف: ایک قراءت میں کوئی لفظ کم اور دوسری میں زیادہ ہو جیسے ایک قراءت میں ''وما خلق الذکر و الانثیٰ'' ہے اور دوسری قراءت میں ''والذکر والانثیٰ'' ہے اس قراءت میں ''وماخلق'' کا لفظ نہیں ہے۔

۵ تقدیم وتاخیر کا اختلاف: ایک قراءت میں کوئی لفظ پہلے ہو اور دوسری قراءت میں بعد میں ہو۔ جیسے ''وجاءت سکرۃ الموت بالحق'' اور دوسری قراءت میں ''وجاءت سکرۃ الحق بالموت'' ہے۔

۶ بدلیت کا اختلاف: ایک قراءت میں ایک لفظ ہے اور دوسری قراءت میں اسکی جگہ دوسرا لفظ ہے۔ جیسے ''ننشزھا'' اور ''ننشرھا'' اور ''فتبینوا'' اور ''فتثبتوا'' اور ''طلح'' اور ''طلع'' ہے۔

۷ لہجوں کا اختلاف: جس میں تفخیم، ترقیق، امالہ، قصر، مد، ہمزہ، اظہار اور ادغام وغیرہ کے اختلافات شامل ہیں۔ جیسے ایک قراءت میں ''موسیٰ'' کو امالہ کے ساتھ ''موسَی'' پڑھا جاتا ہے اور دوسری قراءت میں بغیر امالہ کے۔

اختلاف قراءت کے ان سات نوعیّتوں کے تحت بہت سی قراءتیں وجود میں آ گئیں تھیں اور ان کے باہمی فرق سے معنیٰ میں کوئی قابل ذکر فرق نہیں ہوتا تھا۔ صرف تلاوت کی آسانی کے لئے ان قراءتوں کی اجازت دی گئی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ ہر سال رمضان المبارک میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کریم کا دور کیا کرتے تھے اور جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ دور فرمایا۔ اس دور کو اصطلاح میں ''عرضۂ اخیرہ'' (آخری دور) کہتے ہیں اس موقع پر بہت سی قراءتیں منسوخ کر دی گئیں اور صرف وہ قراءتیں رکھی گئیں جو آج تک بالتواتر محفوظ نقل ہوتی چلی آ رہی ہیں۔

مصحف عثمانی سات حروف پر مشتمل ہے یا نہیں؟

اس سلسلہ میں دو جماعت ہو گئی ہے۔ ایک جماعت کے قائلین کہتے ہیں کہ مصحف عثمانی ایک ہی حرف پر ہے باقی حروف منسوخ کر دئے گئے ہیں۔ دوسری جماعت

کے قائلین کہتے ہیں کہ مصحف عثمانی ساتوں حروف پر اب بھی باقی ہے۔اب اس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

حافظ ابوالخیر محمد بن الجزری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۸۳۳ھ) جو قراءت کے امام اعظم مشہور ہیں، حدیث اور فقہ میں حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں وہ فرماتے ہیں:۔

''اما كون المصاحف العثمانية مشتملة على جميع الاحرف السبعة فان هذه مسئلة كبيرة اختلف العلماء فيها فذهب جماعات من الفقهاء و القراء و المتكلمين الى أن المصاحف العثمانية مشتملة على جميع الاحرف السبعة و بنوا ذلك على أنه لا يجوز على الامة ان تهمل نقل شئى من الحروف السبعة التى نزل القرآن بها و قد اجمع الصحابة على نقل المصاحف العثمانية من الصحف التى كتبها ابو بكر و عمر و ارسال كل مصحف منها الى مصر من امصار المسلمين و اجمعوا على ترك ما سوى ذلك : قال هؤلاء و لا يجوز ان ينهى عن القراءة ببعض الاحرف السبعة ولا ان يجمعوا على ترك شئى من القرآن . و ذهب جماهير العلماء من السلف و الخلف و أئمه المسلمين الى ان هذه المصاحف العثمانية مشتملة على مايحتمله رسمها فقط جامعة للعرضة الاخيرة التى عرضها النبى صلى الله عليه وسلم على جبرئيل عليه السلام متضمنة لها لم تترك حرفاً منها ، قلت وهذا القول هو الذى يضمر صوابه لان الاحاديث الصحيحة و الآحاد المشهورة المستفيضة تدل عليه و تشهد عليه''

(رہا یہ مسئلہ کہ حضرت عثمان —— رضی اللہ تعالیٰ عنہ —— نے جو مصاحف تیار فرمائے تھے وہ ساتوں حروف پر مشتمل ہیں یا نہیں؟ سو یہ ایک بڑا مسئلہ ہے جس میں علماء کا اختلاف ہے۔ چنانچہ فقہاء، قراء اور متکلمین کی متعدد جماعتوں کا مذہب یہ ہے کہ

عثمانی مصاحف ساتوں حروف پر مشتمل ہیں۔اس کی بنیاد اس بات پر ہے کہ امت کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ان سات حروف میں سے کسی حرف کو نقل کرنا ترک کردے جن پر قرآن نازل ہوا ہے اور صحابہ نے اجماعی طور پر یہ عثمانی مصاحف ان صحیفوں سے نقل کئے تھے جو حضرت ابوبکر وعمر —— رضی اللہ تعالیٰ عنہما —— نے لکھے تھے اور ان میں ہر ایک مصحف عالم اسلام کے مختلف شہروں میں بھیج دیا تھا اور ان کے ماسوا جتنے صحیفے تھے ان کو چھوڑنے پر متفق ہو گئے تھے۔ان حضرات کا کہنا ہے کہ نہ یہ بات جائز ہے کہ حروف سبعہ میں سے کسی حرف کی قراءت رد کردی جائے اور نہ یہ کہ صحابہ قرآن کے کسی حصہ کے چھوڑنے پر متفق ہو جائیں اور سلف وخلف کے علماء کی اکثریت کا قول یہی ہے کہ یہ عثمانی مصاحف ان حروف پر مشتمل ہے جو ان کے رسم الخط میں سما گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے قرآن کریم کا جو آخری دور کیا تھا اس کے تمام حروف ان مصاحف میں جمع ہیں۔ان میں سے کوئی حرف ان مصاحف میں نہیں چھوٹا۔ میرا خیال ہے کہ یہی وہ قول ہے جس کی صحت ظاہر ہے کیونکہ صحیح احادیث اور مشہور آثار اسی پر دلالت کرتے اور اسی کی شہادت دیتے ہیں)

علامہ بدارالدین زرکشی رحمۃ اللہ علیہ قاضی ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں:۔

”و السابع اختاره القاضی ابو بكر و قال الصحيح ان هذه الاحرف السبعة ظهرت و استفاضت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم و ضبطها عنه الائمه و اثبتها عثمان و الصحابة فى المصحف“

(ساتواں قول قاضی ابوبکر — رحمۃ اللہ علیہ — نے اختیار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ ساتوں حروف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شہرت کے ساتھ منقول ہیں، ائمہ نے انہیں محفوظ رکھا ہے اور حضرت عثمان — رضی اللہ تعالیٰ عنہ — اور صحابہ نے انہیں مصحف میں باقی رکھا ہے)۔

علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

''و اما قول من قال ابطل الحرف الستتة فقد كذب من قال ذلك و لو فعل عثمان رضی اللہ عنہ ذلك أو أراده لخرج عن الاسلام و لما مطل ساعة بل الاحرف السبعة كلها موجودة عندنا قائمة كما كانت مثبوتة فى القرأات المشهورة المأثورة''

(رہا یہ قول کہ حضرت عثمان نے چھ حروف کو منسوخ کر دیا تو جس نے یہ بات کہی ہے اس نے بالکل غلط کہا ہے، اگر حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ ایسا کرتے یا اس کا ارادہ کرتے تو ایک ساعت کے توقف کے بغیر اسلام سے خارج ہو جاتے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ساتوں حروف ہمارے پاس بعینہ موجود اور مشہور قراءتوں میں محفوظ ہیں)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اصول فقہ پر اپنی کتاب ''المستصفیٰ'' میں قرآن کریم کی تعریف اس طرح فرماتے ہیں:۔

''ما نقل الينا بين دفتى المصحف على الاحرف السبعة المشهورة نقلا متواتراً''

(وہ کلام جو مصحف کی دو دفتیوں میں مشہور سات حروف کے مطابق متواتر طریقہ پر ہم تک پہنچا ہے)۔

حافظ حدیث حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی تحقیق کرتے ہوئے مسئلہ کی حقیقت مختصر الفاظ میں واضح فرمادی ہے میں ان کی تحقیق کا ایک ٹکڑا نقل کرتا ہوں:۔

''فاعلم ان قرأءة جبريئل عليه السلام فى العرضة الاخيرة على النبى صلى الله عليه وسلم كله ثابت فى مصحف عثمان''

(پس یہ سمجھ لیجئے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جتنے حروف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن کریم کے آخری دور میں پڑھے تھے وہ سب حضرت عثمان کے مصحف میں موجود ہے)

علامہ ابن الانباری رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب المصاحف'' میں مشہور تابعی

حضرت عبیدہ سلمانی کا یہ قول نقل فرمایا ہے:۔

''قر أء تنا التی جمع الناس عثمان علیها هی العرضة الاخریٰ''

(ہماری وہ قراءت جس پر حضرت عثمان نے لوگوں کو جمع فرمایا وہ عرضۂ اخیرہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ آخری دور) کی قراءت تھی)۔

حضرت عبیدہ کا یہ قول اس بات پر بالکل صریح ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان حروف میں سے کوئی حرف نہیں چھوڑا جو عرضۂ اخیرہ کے وقت باقی تھے۔

ان سب نصوص اور دلائل سے یہ بات کلی طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ حروف سبعہ کا جو حصہ عرضۂ اخیرہ کے وقت باقی رہ گیا تھا وہ سب کا سب مصحف عثمانی میں محفوظ کر لیا گیا تھا اور وہ آج تک محفوظ چلا آ رہا ہے نہ اسے کسی نے منسوخ کیا اور نہ اس کی قراءت ممنوع قرار دی گئی۔

حافظ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین کا مذہب اور ان کا قول یہ ہے کہ ان کے نزدیک احرف سبعہ سے مراد قبائل عرب کی سات لغات ہیں اسی بناء پر وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ تک قرآن کریم ان ساتوں حروف پر پڑھا جاتا تھا لیکن جب حضرت عثمان کے زمانہ میں اسلام کو فروغ حاصل ہوا تو لوگ قرآن کریم میں حروف سبعہ کی حقیقت نہ جاننے کی وجہ سے تلاوت قرآن میں ایک دوسرے کو غلط قرار دیتے تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے صحابہ کے مشورے سے ایک حرف یعنی لغت قریش کے مطابق مصاحف مرتب فرما کر مختلف صوبوں میں بھیج دئے اور باقی مصاحف کو نذر آتش کر دیا تا کہ کوئی اختلاف باقی نہ رہے لہٰذا اب صرف لغت قریش کا حرف باقی رہ گیا اور باقی چھ حروف محفوظ نہ رہے۔ اور قراءتوں کا جو اختلاف ہے وہ اسی ایک حرف قریش کی ادائیگی کے مختلف طریقے ہیں۔

خلاصۂ کلام

ہم یہاں پر خلاصہ کے طور پر عالم اسلام کے نامور محقق اور محدث وفقیہ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی کے وہ نتائج بحث نقل کرتے ہیں جو انھوں نے اس

ضمن میں بحث کرنے کے بعد ارقام فرمائے ہیں:۔

۱ امت کی آسانی کی خاطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے یہ فرمائش کی کہ قرآن کریم کی تلاوت کو صرف ایک ہی طریقے میں منحصر نہ رکھا جائے بلکہ اسے مختلف طریقوں سے پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ چنانچہ قرآن کریم سات حروف پر نازل کردیا گیا۔

۲ سات حروف پر نازل کرنے کا راجح ترین مطلب یہ ہے کہ اسکی قراءت میں سات نوعیتوں کے اختلافات رکھے گئے ہیں جن کے تحت بہت سی قراءتیں وجود میں آگئیں۔

۳ شروع شروع میں ان سات وجوہ اختلاف میں سے اختلاف الفاظ و مرادفات کی قسم بہت عام تھی، یعنی ایسا بکثرت تھا کہ ایک قراءت میں ایک لفظ ہوتا تھا اور دوسری قراءت میں اس کا ہم معنی کوئی دوسرا لفظ۔ لیکن رفتہ رفتہ جب اہل عرب قرآنی زبان سے پوری طرح مانوس ہوگئے تو یہ قسم کم ہوگئی، یہاں تک کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے پہلے رمضان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کریم کا آخری دور کیا تو اس میں اس قسم کے اختلافات بہت کم کردئے گئے اور زیادہ تر صیغوں کی بناوٹ، تذکیر و تانیث، افراد و جمع، معروف و مجہول اور لہجوں کے اختلافات باقی رہے۔

۴ جتنے اختلافات عرضۂ اخیرہ کے وقت باقی رہ گئے تھے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سب کو اپنے مصاحف میں اس طرح جمع فرمادیا کہ ان کو نقطوں اور حرکات سے خالی رکھا، لہٰذا قراءتوں کے بیشتر اختلافات اس میں سما گئے اور جو قراءتیں اس طرح ایک مصحف میں نہیں سما سکیں انہیں دوسرے مصاحف میں ظاہر کردیا۔ اسی بناء پر عثمانی مصاحف میں کہیں کہیں ایک ایک دو دو لفظ کا اختلاف پیدا ہوا۔

۵ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرح سات مصاحف لکھوائے اور اس میں سورتوں کو بھی مرتب فرمادیا جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صحیفوں میں

سورتیں غیر مرتب تھیں۔ نیز قرآن کریم کے لئے ایک رسم الخط متعین کردیا اور جو مصاحف اس ترتیب اور اس رسم الخط کے خلاف تھے انہیں نذر آتش کر دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے اس عظیم کارنامہ کے بعد امت کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن کریم کو عثمانی رسم الخط کے خلاف لکھنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اسکے بعد جتنے مصاحف لکھے گئے وہ سب کے سب اسی طریقہ کے مطابق لکھے گئے اور مصاحف عثمانی کے نقول تیار کرا کے بڑے پیمانے پر ان کی نشر واشاعت کی گئی۔

یہ بات پہلے ذکر کی جا چکی ہے کہ مصحف عثمانی نقطوں، زیر وزبر اور پیش سے خالی تھے اس لئے اہل عجم کو ان کی تلاوت میں بڑی دشواریاں ہوا کرتی تھیں لہٰذا ضرورت کے احساس کو مد نظر رکھتے ہوئے اس میں نقطوں اور حرکات کا اضافہ کیا گیا تا کہ لوگوں کو اس کی تلاوت میں سہولت اور آسانی ہو۔

۱ نقطے: اس بارے میں مختلف روایات ہیں کہ قرآن کریم میں سب سے پہلے نقطے کس نے ڈالے؟ امام زرکشی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''البرہان فی علوم القرآن'' میں رقمطراز ہیں:۔

''اول من نقط المصحف ابو الأسود الدؤلی و ذکر ایضا ان ابن سیرین کا ن له مصحف نقطه له یحییٰ بن یعمر ، ذکر ابو الفرج : ان زیاد بن أبی سفیان أمر با لاسود ان ینقط المصاحف ، و ذکر الجاحظ فی کتاب " الامصار " ان نصر بن عا صم اول من نقط المصاحف''

(جنھوں نے سب سے پہلے قرآن کریم میں نقطے لگائے وہ ابوالاسود دؤلی ہیں، نیز یہ بھی روایت ہے کہ ابن سیرین کے پاس ایک قرآن کریم تھا جس پر یحییٰ بن یعمر نے نقطہ لگایا تھا۔ اور ابو الفرج فرماتے ہیں کہ زیاد بن ابی سفیان ابو الأسود کو قرآن کریم میں نقطے لگانے کا حکم دیا اور جاحظ نے ''الامصار'' میں ذکر کیا ہے کہ نصر بن عاصم پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے قرآن کریم میں نقطے لگائے)۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ کارنامہ حجاج بن یوسف نے حسن بصری، یحییٰ بن

یعمر اور نصر بن عاصم لیثی کے ذریعہ انجام دیا۔

حرکات: اس کے بارے میں بھی روایات کا بڑا اختلاف ہے کہ سب سے پہلے حرکات کس نے لگائے، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ کام سب سے پہلے ابوالاسود دؤلی نے انجام دیا، بعض فرماتے ہیں کہ یہ کارنامہ حجاج بن یوسف نے یحییٰ بن یعمر اور نصر بن عاصم لیثی سے کرایا۔ واللہ تعالی اعلم۔

۲۱ احزاب یا منزلیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین اور تابعین کرام رحمہم اللہ تعالی کا یہ معمول تھا کہ وہ ہر ہفتہ میں ایک قرآن کریم ختم کر لیتے تھے اس کے لئے انھوں نے یومیہ ایک مقدار متعین فرمائی تھی جس کو ''حزب'' یا ''منزل'' کہا جاتا ہے۔

ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت اوس بن حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے کہ:۔

''عن اوس بن حذیفة أنه سأل اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فی حیاته ، کیف تحزبون القرآن ؟ قالوا ثلاث، و خمس، و سبع ، وتسع ، واحدی عشرة و ثلاث عشرة و حزب المفصل من ''قٓ'' حتی یختم''

(حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ سے پوچھا کہ آپ حضرات نے قرآن کریم کے کتنے احزاب بنائے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ ایک حزب تین سورتوں کا دوسرا پانچ سورتوں کا، تیسرا سات سورتوں کا، چوتھا نو سورتوں کا، پانچواں گیارہ سورتوں کا، چھٹا تیرہ سورتوں کا اور آخری حزب مفصل میں ''قٓ'' سے آخر تک)۔

۳ پارے: پاروں کی تقسیم معنی کے لحاظ سے نہیں ہے بلکہ بچوں کو پڑھانے کے لئے آسانی کا خیال رکھتے ہوئے تیس برابر حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ان تیس پاروں کی تقسیم کس نے کی؟ بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے مصاحف نقل کراتے وقت انہیں تیس مختلف صحیفوں میں لکھوایا تھا، لہٰذا یہ تقسیم آپ ہی کے زمانہ کی ہے۔ موجودہ زمانہ کے محقق کبیر مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

علوم القرآن میں تحریر فرماتے ہیں: ''متقدمین کی کتابوں میں اس کی کوئی دلیل احقر کو نہیں مل سکی''۔

امام زرکشی رحمۃ اللہ علیہ البرہان میں فرماتے ہیں:۔

''التجزئة فقد اشتهرت الاجزاء من ثلاثين كما فى الربعات بالمدارس وغيرها'' (قرآن کریم کے تیس اجزاء مشہور چلے آتے ہیں اور مدارس کے قرآنی نسخوں میں اس کا رواج ہے)

۴ رکوع: اس کی تعیین معنی کے لحاظ سے کی گئی ہے کہ جہاں پر ایک بات کا سلسلہ ختم ہو گیا وہاں رکوع کی علامت ''ع'' بنادی گئی۔ اس کو رکوع اس لئے کہتے ہیں کہ نماز میں اس جگہ پہنچ کر رکوع کیا جائے۔

یہ اور ان جیسے بہت سے کارنامے جو موجودہ قرآن کریم کی خدمت کے سلسلہ میں کئے گئے وہ محض سہولت اور آسانی کے لئے ہیں تا کہ قاری کو تلاوت میں آسانی اور سہولت ہو اور قرآن کریم کے آداب ملحوظ رہیں۔

اب تک قرآن کریم کے تمام نسخے قلم سے لکھے جاتے تھے اور ہر دور میں ایسے کاتبین کی ایک بڑی تعداد موجود تھی جن کا کام ہی صرف قرآن کریم کی کتابت تھی اور انھوں نے اپنی زندگیاں اس میں صرف کردیں۔ بہت سے بادشاہوں نے بھی اپنے ہاتھ سے قرآن کریم کی کتابت کی انہیں میں سے ہندوستان کے متبع شریعت اور عالم وفقیہ مغل بادشاہ اورنگزیب عالمگیر بھی تھے۔ کاتبوں نے قرآن کریم کے لکھنے میں اپنے والہانہ شغف اور محبت کا اظہار کیا جس کی ایک دلچسپ تاریخ ہے، یہ اس زمانہ کی باتیں ہیں جب پریس ایجاد نہیں ہوا تھا۔ جب پریس ایجاد ہوا تو سب سے پہلے ہیمبرگ میں قرآن کریم طبع ہوا، اس کے بعد بہت سے مستشرقین نے قرآن کریم کے نسخے طبع کئے۔ مسلمانوں میں سب سے پہلے مولائے عثمان نے روس کے شہر سینٹ پیٹرس برگ میں ۱۷۸۷ء میں قرآن کریم کا ایک نسخہ طبع کرایا۔

۱۸۲۸ء میں ایران کے مشہور شہر تہران میں قرآن کریم کو پتھر پر طبع کیا گیا اور

پھر اس کے مطبوعہ نسخے دنیا بھر میں عام ہو گئے۔ آج موجودہ دور میں تو قرآن کریم کی طباعت کے لئے مختلف ممالک نے جن میں خاص طور سے سعودی عرب سرفہرست ہے نت نئے ایجادات سے قرآن کریم کی خدمت میں پوری فیکلٹی کی فیکلٹی بنادی ہے جس کا کام ہی صرف قرآن کریم کا چھاپنا اور نشر کرنا ہے۔

اللھم زد فزد

تم بحمد اللہ تعالیٰ و بفضلہ کرمہ

۱۹؍رجب المرجب ۱۴۲۸ھ

مطابق یکم اگست ۲۰۰۷ء

بعد الظہر قبیل صلوۃ العصر بروز بدھ

سید محمد ضیاء الدین مظاہری

بن حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری دامت برکاتہم

دار العلوم مرکز اسلامی۔ راجہ پور۔ (اونچوا) الہ آباد

ماخذ

۱	قرآن کریم	
۲	بیان القرآن	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ
۳	تفسیر معارف القرآن	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم پاکستان
۴	تفسیر تبیان القرآن	مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری دامت برکاتہم
۵	تفسیر عثمانی	حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی
۶	بخاری شریف	امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ
۷	مسلم شریف	امام مسلم بن حجاجؒ قشیری
۸	ترمذی شریف	امام محمد بن عیسی ترمذیؒ
۹	مشکوۃ شریف	شیخ محمد بن عبداللہ تبریزیؒ
۱۰	مظاہر حق	نواب محمد قطب الدین خانؒ
۱۱	البرہان فی علوم القرآن	امام بدر الدین زرکشیؒ
۱۲	علوم القرآن	حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم جسٹس شریعت اسلامی پاکستان
۱۳	تاریخ القرآن الکریم	ڈاکٹر محمد سالم محیسن صاحب
۱۴	مصباح اللغات	ابوالفضل مولانا عبدالحفیظ بلیاویؒ
۱۵	الجواہر الضیائیہ	قاری محمد سلیمان صاحب دیوبندیؒ
۱۶	البلاغت	مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری دامت برکاتہم
۱۷	ظفر المحصلین	مولانا محمد حنیف صاحب گنگوہی

Tadween-e-Qur'aan

Tareekh Ke Aina Men

Written By

Dr. Mohammad Ziauddin

قرآنی موضوعات میں سے ''تدوین قرآن'' کا بھی ایک موضوع ہے جواب ایک مستقل علم کی حیثیت حاصل کر چکا ہے، اور جس نے سارے عالم کو تاریخی حیثیت سے یہ چیلنج کیا ہے کہ، ہے کسی کے پاس ایسی کتاب جو اپنی ہادیانہ، مربیانہ، مصلحانہ، علمی اور ادبی مقام و مرتبہ کے علاوہ تاریخی و تدوینی اعتبار سے اس کتاب کے رشد و ہدایت کی گرد کو بھی پا سکے؟

برخوردار عزیز مولوی حافظ وقاری ڈاکٹر سید محمد ضیاء الدین سلمہ اللہ تعالی وحفظ وصانہ من جمیع الشرور والفتن وورزقہ احسن ما یرزقہ عبادہ الصالحین وجمیع اخوانہ واخواتہ نے حفاظت قرآن کریم کے اسی موضوع پر ایک نہایت مفید اور ضروری خدمت انجام دی ہے۔

مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری

صدر دار العلوم مرکز اسلامی۔ الہ آباد

برادر عزیز و مکرم مولانا سید محمد ضیاء الدین مظاہری اس رسالہ کے مصنف ہیں، یہ خود بھی ایک محقق عالم اور بیدار مغز نوجوان ہیں اور ایک مائیہ ناز عالم دین، بلند پایہ مصنف اور ایک مخلص و بے ریا مصلح و مربی جناب مولانا سید محمد غیاث الدین مظاہری کے فرزندار جمند ہیں۔ حضرت مولانا کی تربیت اور ان کی مسیحا نفسی نے مصنف موصوف کو ''چیزے دیگری'' بنا دیا ہے چونکہ انھوں نے مشرقی و مغربی دونوں ہی اداروں میں بادہ پیمائی کی ہے اور دونوں ہی فضاؤں میں باقاعدہ پرواز کی ہے اسلئے وہ عصر حاضر کے تقاضوں سے بخوبی واقف ہیں اور ان تقاضوں کو پورا کرنے کا سلیقہ بھی رکھتے ہیں چنانچہ ایک مختصر سی تصنیف میں انھوں نے متعدد بکھرے ہوئے مسائل کو یکجا کر دیا ہے اور نہایت شگفتہ، سلیس اور پسندیدہ اسلوب میں ایک معیاری تصنیف فراہم کر دی ہے۔

پروفیسر شبیر احمد ندوی

صدر شعبہ عربی، لکھنؤ یونیورسٹی، لکھنؤ

ناشر

مکتبہ الاشرف۔ الہ آباد

ISBN 93-84036-19-6

9 789384 036195

₹ 70.00

Distributor: الہدیٰ پبلیکیشنز نئی دہلی

alHuda publications

2982, Kucha Neelkanth, Qaziwara, Daryaganj, New Delhi-2

Phone: 011-43259013, E-mail: alhudapublications@yahoo.com